حرام چیزیں
جنہیں معمولی سمجھ لیا گیا
تالیف
محمد صالح المنجد
ترجمہ وحواشی
عبدالرشید بن عبدالرحمن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرام چیزیں

جنہیں معمولی سمجھ لیا گیا

ترجمہ و حواشی

عبدالرشید بن عبدالرحمٰن

دار الاندلس

۴-لیک روڈ، چوبرجی لاہور فون: 7230549-7231106

عرض ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ اَمَّا بَعْدُ!

بنی اسرائیل کی تباہی کا بڑا سبب اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑنا، احکام شریعت کا مذاق اڑانا، مختلف تاویلوں سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے لینا تھا۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان پر پے در پے عذاب نازل کیے، ذلت و رسوائی ان کا مقدر ٹھہری اور ان کو بندر اور سور بنا دیا گیا۔

امت محمد ﷺ کو یہود و نصاریٰ کی اس خصلت بد سے باز رکھنے کے لیے قرآن و حدیث میں جا بجا احکام نازل فرمائے گئے۔ لیکن بدقسمتی سے آج مسلمانوں کی اکثریت نے وہی طور طریقے اختیار کر لیے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ''اے محمد ﷺ! آپ فرما دیجئے! اے لوگو! آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا اور وہ یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ، ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو، اور اپنی اولاد کو فقر کے سبب سے قتل مت کرو۔ ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے علانیہ یا پوشیدہ جتنے بھی طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ اور جس کا خون بہانا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق کے ساتھ ان کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔''
>
> (الانعام:۱۵۱)

زیرِ نظر کتاب "محرمات استهان بها الناس یحب الحذر منها" جسے فضیلۃ الشیخ محمد صالح المنجد نے ترتیب دیا ہے، اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جس میں شریعت کے دلائل کے ساتھ مصنف نے حرام چیزوں کو بیان کر کے ان کی قباحتوں کا بیان بھی کیا ہے۔

ہمارے انتہائی پیارے بھائی عبدالرشید بن حافظ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فاضل مدینہ یونیورسٹی (جو کہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں میرے کلاس فیلو تھے) نے کتاب کا نہایت جامع ترجمہ اور حواشی لکھے پھر خود ہی سعودیہ میں ''حرام چیزیں جنہیں معمولی سمجھ لیا گیا'' کے عنوان سے شائع کروایا۔ گزشتہ دنوں وہ سعودیہ میں ایک ٹریفک حادثہ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تعزیت کے حوالے سے جب ان کے والد محترم اور بھائیوں سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اس کتاب کو ''ادارہ دارلاندلس'' کی طرف سے شائع کروانے کی شدید خواہش ظاہر کی۔

کتاب کی افادیت کو دیکھتے ہوئے اسے پیش کر رہے ہیں۔ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے امت کی راہنمائی کا ذریعہ بنائے، حدود اللہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق دے۔ مؤلف محترم، مترجم مرحوم اور لواحقین کے لیے باعث اجر بنائے۔ آمین ثم آمین!

محمد سیف اللہ خالد

مدیر ''دارالاندلس''

گزارشات مترجم

الحمد للّٰہ رب العالمین حرَّم علی عبادہ ما کان فیہ ضرر لھم فی الحیاۃ الدنیا ویوم الدین اِذْ ھو اُرحم علی عبادہ من الوالدۃ علی البنات والبنین' والصلاۃ والسلام علی المبعوث رحمۃ للعالمین' حذَّر امتہ من کل سوءٍ ومکروہٍ' احلَّ لھم الطیبات وحرَّم علیھم الخبائث' فما ترک من صغیرٍ ولا کبیرٍ' دقیقٍ ولا جلیلٍ اِلا وقد بیَّنہ بیانًا شافیًا کافیًا یروی الغلیل و یشفی العلیل- صلَّی اللّٰہ وسلَّم علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسار علی دریہ الی یوم الدین- اما بعد

اللہ تعالیٰ نے جن و انس کو فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے- اور یہی وہ مقصد تخلیق ہے جس کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں یوں فرمائی-

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ (الذاریات/ ۵۶)

"میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا کہ وہ صرف میری عبادت کریں-"

اللہ تعالیٰ نے جن و انس کی رشد و ہدایت کے لئے اپنے پیغمبروں اور آسمانی کتابوں کو بھیجنے کا سلسلہ شروع فرمایا جس کی آخری کڑی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور آخری آسمانی کتاب قرآن مجید کی صورت میں نازل ہوئی اب یہی آخری کتاب قیامت تک آنے والی مخلوق کو رشد وہدایت کا سامان بہم پہنچاتی رہے گی-

انبیاء کرام نے ایک ایک بات کھول کھول کر اپنی امتوں کے سامنے بیان کر دی- اس میں

شک کی ادنیٰ سی گنجائش باقی نہیں دین و دنیا کی کوئی ایسی چھوٹی بڑی بات نہ ہو گی کہ جس میں انسانوں کا فائدہ ہو اور نبیوں نے وہ بات اپنی امتوں کو نہ بتائی ہو یا جس میں بندوں کا نقصان ہو اور نبیوں نے اپنی امتوں کو اس سے ڈرایا نہ ہو۔ فرمان الٰہی ہے۔

﴿ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبَاتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبَائِثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ...... ﴾ (الاعراف/۱۵۷)

"جو لوگ ایسے پیغمبر ان پڑھ نبی کی پیروی کرتے ہیں جس کا ذکر وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو اچھی باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ شریعت نے ہر گندی' ناپاک' بری' مضر چیز کو حرام قرار دیا اور اس کے برعکس ہر اچھی' پاک' پسندیدہ' نافع چیز کو حلال فرمایا جس سے تحلیل و تحریم میں قانون سازی کی حکمت واضح طور پر ابھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جس چیز کو بھی حرام قرار دیا لازماً اس کے اندر کوئی حکمت موجود ہے جس کو اللہ علیم و خبیر بخوبی جانتا ہے۔

عین ممکن ہے کہ ہمارا نفس امارہ کسی حرام چیز کو ہمارے سامنے خوشنما بنا کر پیش کرے اور نتیجتاً ہم اس کے ضرر رساں ہونے کا بالکلیہ ہی انکار کر بیٹھیں حالانکہ اس کو حرام کرنے والی ذات پاک تو وہ ہے جو تمام چیزوں کی خالق اور موجد ہے اور وہ بخوبی جانتی ہے کہ کونسی چیز بندوں کے لئے فائدہ مند اور کونسی نقصان دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کلیہ ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔

﴿ .... وَ عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ (البقرۃ/۲۱۶)

”ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو اور دراصل وہی تمہارے لیے بھلی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو اچھا سمجھو حالانکہ وہ تمہارے لیے بری ہو' حقیقی علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور تم نہیں جانتے“

حرام چیزوں کا بیان علم دین کا ایک اہم تیرن جزو ہے اور جب تک آدمی حرام چیزوں سے نہ بچے نہ اس کا اسلام معتبر ہے اور نہ عبادت مقبول۔ اسی لیے حرام چیزوں کو بیان کرنے کے لئے علماء کرام نے متعدد کتابیں تالیف کی ہیں اور یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جسے عالم اسلام کے مشہور عالم دین/ الشیخ محمد صالح المنجد نے ترتیب دیا ہے۔

زیر نظر کتاب موصوف کی تالیف ”محرمات استهان بها الناس يجب الحذر منها“ کا اردو ترجمہ ہے جس میں بیشتر ایسی محرمات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ جن میں لوگ آج کل بہت تساہل برتتے ہیں اور ان محرمات کو بہت معمولی سمجھتے ہوئے اور بڑی جرأت سے ان کا ارتکاب کرتے ہیں۔

کتاب کی خوبی یہ ہے کہ اسے فاضل مؤلف نے قرآن و حدیث کے دلائل سے مزین کرنے کے علاوہ اس میں کمال جامعیت کے ساتھ شرک' قبروں کی پوجا' جادو' ریا کاری' زنا' غیر اللہ کی قسم کھانا' لواطت' غیر محرم عورت سے مصافحہ' غیر فطری طریقہ جماع' سود' جوا' رشوت' گداگری' جھوٹی گواہی' غیبت' چغل خوری' سیاہ خضاب لگانا' فوٹو گرافی وغیرہ جیسی اہم ترین برائیوں کو قلم بند کیا ہے اور یہ ایسی برائیاں ہیں کہ جو آج مسلمانوں میں بکثرت رواج پا چکی ہیں اور ان موضوعات پر گفتگو کرنا وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔

مؤلف کا منشاء اس کتاب میں تمام محرمات کا احاطہ نہیں ہے بلکہ خاص طور سے ان محرمات کو کتاب و سنت کی روشنی میں واضح کرنا ہے جو لوگوں میں بکثرت رواج پا چکی ہیں اور ان سے واقفیت ناگزیر ہے۔

کتاب کی افادیت کا صحیح اندازہ تو اس کے مطالعہ ہی سے ہو گا تاہم میں اس سلسلے میں سعودی عرب کے مفتی عام علامہ عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ کا قول نقل کرتا ہوں۔

علامہ موصوف فرماتے ہیں: ''میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا تو اسے بہت قیمتی پایا جس میں فاضل مؤلف نے نہایت عمدگی سے مفید مسائل جمع فرمائے ہیں'' انتہٰی۔ اب تک کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور اسلامک سینٹرز کی طرف سے کافی تعداد میں مفت تقسیم کی گئی لیکن کتاب عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے اردو داں طبقہ اس کے استفادہ سے محروم تھا لہٰذا اب اس کا اردو ترجمہ ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔

مترجم کی طرف سے مقدور بھر کوشش کی گئی ہے کہ کتاب کا ترجمہ بامحاورہ ہو اور حتی الامکان آسان الفاظ استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ معمولی پڑھے لکھے لوگ بھی کتاب کے استفادہ سے محروم نہ رہیں۔ بعض اوقات عبارتوں میں اضافے یا ترتیب میں رد و بدل کیا گیا ہے لیکن غالبًا ایسے اضافوں کو دو بریکٹوں کے درمیان لکھا گیا ہے۔ کتاب میں موجود قرآنی نصوص کی توثیق کے لئے بلاواسطہ قرآن مجید کی طرف رجوع کیا گیا ہے اور بعض احادیث کی توضیح کے لئے شروحات کتب احادیث کی طرف رجوع کر کے بعض اہم تعلیقات قلمبند کی گئی ہیں نیز کتاب میں مذکور بعض محرمات سے ملتی جلتی کوئی حرام شکل اگر ہمارے ہندو پاک میں موجود تھی تو اسے بیان کرنے اور کتاب کی محتاج تشریح عبارات پر ضروری حواشی تحریر کرنے سے گریز نہیں کیا گیا اور اگر کسی موقعہ پر حاشیہ طول پکڑ گیا ہے تو وہ محض موضوع کی انتہائی اہمیت کی وجہ سے ہے۔

اگر اس کتاب میں کوئی خوبی ہے تو وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور اگر ترجمہ میں کوئی کمی رہ گئی ہے تو میں اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔ حسب استطاعت غلطیوں کی تصحیح کی کوشش کی گئی ہے لیکن پھر بھی قارئین سے امید رکھتا ہوں کہ مجھے اپنی آراء اور مفید مشوروں سے محروم نہ رکھیں گے تاکہ ان سے استفادہ کرتے ہوئے کتاب کو مزید بہتر شکل میں لایا جا سکے۔

اور آخر میں میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں جناب ابو عبدالرحمان الشیخ شبیر بن نور حفظہ اللہ کا جنہوں نے کتاب کی نظر ثانی فرما کر بعض اہم باتوں کی طرف توجہ دلائی اور مفید نوٹ تحریر فرمائے۔ فجزاہ اللہ أحسن الجزاء۔

نیز میں اسلامک سینٹر/ شقراء سعودی عرب کے تمام متعاونین کا بھی شکر گزار ہوں کہ جن کی سرپرستی اور خصوصی تعاون سے یہ ترجمہ پایہ تکمیل کو پہنچ کر زیور طباعت سے آراستہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور ہمیں ہر قسم کی حرام چیزوں سے بچا کر صرف اپنی بندگی اور اطاعت کا راستہ دکھلائے۔ اور میں اس امید کے ساتھ اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ قارئین مجھے اور میرے والدین و اساتذہ کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمدٍ وعلی آلہ وصحبہ واتباعہ الی یوم الدین

بندۂ ناچیز

عبدالرشید بن عبدالرحمٰن

اسلامک سینٹر' شقراء' الریاض ۔ سعودی عرب

۹ شعبان ۱۴۱۷ ہجری / الموافق ۱۹ دسمبر ۱۹۹۶ میلادی

مقدمہ

اِنَّ الحمد لِلّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ، ونعوذ باللّٰہ من شرور أنفسنا، ومن سیأت اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضلَّ لہ، ومن یضلل فلا ھادی لہ، واشھد ان لا الٰہ الاَّ اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ وأشھد أنَّ محمدًا عبدہ ورسولہ اما بعد!

اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزوں کو فرض قرار دیا ہے جن سے غفلت جائز نہیں، اور کچھ حدیں مقرر کی ہیں جن سے آگے بڑھنا درست نہیں، اور کچھ چیزیں حرام کی ہیں جن کا ارتکاب کسی صورت جائز نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَا اَحَلَّ اللّٰہُ فِی کِتَابِہٖ فَھُوَ حَلَالٌ، وَمَا حَرَّمَ فَھُوَ حَرَامٌ، وَ مَا سَکَتَ عَنْہُ فَھُوَ عَافِیَۃٌ، فَا قْبَلُوْا مِنَ اللّٰہِ الْعَافِیَۃَ، فَاِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکُنْ نَسِیًّا. ثُمَّ تَلاَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ "وَ مَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا)) (المستدرک للحاکم ۲/۳۷۵۔ محدث العصر علامہ البانی نے حسن قرار دیا ہے " غایۃ المرام، ص/۱۴)

"جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا وہ حلال ہے، اور جسے حرام قرار دیا وہ حرام ہے، اور جس چیز سے خاموشی اختیار کی (نہ حلال قرار دیا نہ حرام) وہ آزادی اور درگزر ہے، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی اس آزادی کو قبول کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ بھولا ہوا نہیں تھا (یعنی اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کے متعلق خاموشی اختیار کرنا اس کی بھول کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے بندوں پر مہربانی اور درگزر کی وجہ سے ہے) پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

﴿ وَ مَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا ﴾ "تمہارا رب بھولتا نہیں"

اللہ کی حدود سے مراد وہ کام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ﴾ (البقرۃ/۱۸۷)

"اور یہ اللہ کی حد بندیاں ہیں ان کے قریب بھی مت جاؤ۔"

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوز کرے اور حرام کردہ کاموں کو اپنائے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بہت سخت وعید سنائی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

﴿ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ (النساء/۱۴)

"اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے' اور اس کی مقرر کردہ حدوں سے آگے نکلے اللہ اسے جہنم کی آگ میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہوگا۔"

حرام چیزوں سے بچنا واجب اور ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ وَمَا اَمَرْتُكُمْ بِهٖ فَافْعَلُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ))

(صحیح مسلم/ کتاب الفضائل حدیث نمبر۱۳۰)

"جس چیز سے میں تم کو روک دوں اس سے دور رہو' اور جس چیز کا میں تمہیں حکم دوں تم اپنی طاقت کے مطابق اس پر عمل کرو۔"

اس بات کا اکثر مشاہدہ کیا گیا ہے کہ بعض کمزور نفس' کم علم' اور اپنی خواہشات کے پیچھے چلنے والے جس وقت حرام چیزوں کا ذکر تسلسل سے سنتے ہیں تو بے چین ہو کر بلبلا اٹھتے ہیں کہ کیا ہر چیز ہی حرام ہے؟

کوئی چیز تم نے چھوڑی ہی نہیں جسے حرام قرار نہ دیا ہو' تم نے تو ہماری زندگی پریشان کر دی ہے' ہمارے دلوں کو تنگ کر دیا ہے ہم حرام کا لفظ سن سن کر اکتا گئے ہیں' تمہارے پاس حرام کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں جبکہ دین تو آسان ہے اور اسلام میں بڑی وسعت اور فراخ دلی موجود ہے' اور اللہ تعالیٰ بھی غفور رحیم "معاف کرنے والا' مہربان ہے؟

ایسے لوگوں کے ان اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ہم کہیں گے کہ دیکھو بھائیو! اللہ

تعالیٰ جو چاہے حکم دے اس کے فیصلوں پر کسی کو اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں' اللہ تعالیٰ حکمت والا اور ہر چیز سے اچھی طرح باخبر ہے' وہ جس چیز کو چاہے حلال کر دے اور جسے چاہے حرام قرار دے اس کی ذات ہر نقص اور عیب سے پاک ہے اور اللہ کے سامنے ہماری بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے ہر فیصلے کو دل و جان سے بخوشی و رغبت قبول کر لیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے احکامات بے فائدہ' فضول یا کھیل تماشا نہیں بلکہ وہ علم' حکمت اور عدل و انصاف پر مبنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾ (سورۃ الانعام/۱۱۵)

"اور آپ کے رب کا کلام سچائی' عدل و انصاف کے اعتبار سے کامل ہے'[1] اس کے احکامات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔"

قاعدہ:

---

(۱) جوں جوں سائنسی ایجادات ترقی کرتی چلی جا رہی ہیں محرمات کی تشریعی حکمتیں بھی واضح طور پر ابھر کر سامنے آ رہی ہیں جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ شریعت نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان کے حرام قرار دینے میں کئی حکمتیں پوشیدہ تھیں اور وہ حکمتیں یا مصلحتیں کیسے نہیں ہوں گی جبکہ یہ شریعت اس ہستی کی طرف سے ہے جو علیم و حکیم ہونے کے ساتھ بندوں پر مہربان بھی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

﴿ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ (البقرۃ/۲۲۰)

"اللہ تعالیٰ بگاڑ پیدا کرنے والے کو بھی جانتا ہے اور بھلائی کرنے والے کو بھی اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال سکتا تھا یقیناً اللہ تعالیٰ غالب بھی ہے اور حکمت والا بھی۔"

اسلام میں حلال و حرام' ڈاکٹر یوسف القرضاوی (انتخاب مترجم)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہمارے لیے ایک قاعدہ بیان فرما دیا ہے جس کو کسی بھی چیز کے حلال یا حرام ہونے کی بنیاد بنا سکتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ ﴾ (سورۃ الاعراف/۱۵۷)

"(نبی کریم ﷺ) ان کے لیے پاکیزہ صاف ستھری چیزیں حلال بتاتے ہیں اور گندی ناپاک چیزیں ان پر حرام فرماتے ہیں۔"

پاکیزہ چیزیں حلال ہیں اور گندی چیزیں حرام اور کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے' اگر کسی شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ میں یا کوئی اور بھی کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کا حق رکھتے ہیں تو اس نے بہت بڑے کفر کا ارتکاب کیا اور دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَالَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ﴾ (سورۃ الشوریٰ/۲۱)

"کیا ان لوگوں نے اللہ کے ایسے شریک بنا رکھے ہیں جنھوں نے ان کے لیے ایسے احکام دین مقرر کر دیے ہیں کہ جن کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔"

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کے متعلق حکم لگانا یہ حق بھی صرف ان علماء کو پہنچتا ہے جو قرآن و حدیث کا پختہ علم رکھتے ہوں اور ایک عام آدمی کو بغیر شرعی علم کے حلال و حرام کا فیصلہ کرنا کسی طرح جائز نہیں اور جو ایسے کرتا ہے اس کے متعلق شریعت میں بہت سخت وعید آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلَالٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ...... ﴾ (سورۃ النحل/ ۱۱۶)

"کسی چیز کو اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام کہ تم اللہ پر جھوٹ اور بہتان باندھنے لگو۔ یعنی جن چیزوں کو اللہ نے حلال یا

حرام قرار نہیں دیا تم محض جھوٹ سے ان چیزوں کے حلال یا حرام ہونے کو اللہ کی طرف مت منسوب کرو۔"

قطعی حرام چیزیں:

قطعی حرام چیزوں کا تذکرہ قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں موجود ہے مثلاً قرآن مجید کی یہ آیت:

﴿ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَ لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ .... ﴾ (سورة الانعام/ ۱۵۱)

"اے پیغمبرؐ! لوگوں سے کہہ دیجیے آؤ میں تم کو وہ باتیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں اور وہ یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ اور تم پر لازم ہے کہ ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور اپنی اولاد کو محتاجی اور فاقہ کے ڈر سے قتل مت کرو........."

اسی طرح احادیث نبویہ میں بھی بہت سی حرام چیزوں کا بیان آگیا ہے مثلاً نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ:

((اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْاَصْنَامِ)) (سنن ابی داؤد' صحیح سنن ابی داود حدیث:۹۷۷)

"اللہ تعالیٰ نے شراب' مردار' سور' اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔"

اور رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ:

((اِنَّ اللّٰهَ اِذَا حَرَّمَ شَيْئًا حَرَّمَ ثَمَنَهُ)) (سنن دار قطنی ۳/ ۷ صحیح حدیث ہے)

"اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو حرام کرتے ہیں تو اس کی قیمت (خرید و فروخت) کو بھی حرام قرار دیتے ہیں۔"

قرآن و سنت کی بعض واضح عبارات میں بعض مخصوص قسموں سے متعلقہ حرام چیزوں کو

بیان کیا گیا ہے مثلاً کھانے پینے سے متعلقہ حرام چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَ مَا اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ .... ﴾ (سورۃ المائدۃ/ ۳)

"تم پر حرام کر دیا گیا ہے مردار (جو مچھلی وغیرہ کے علاوہ بغیر ذبح کیے اپنی موت آپ مر جائے)' اور خون (بہتا ہوا)' اور سور کا گوشت' اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو' اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے' اور جو لاٹھی مار مار کر قتل کیا گیا ہو' اور جو اونچی جگہ سے گر کر مر جائے' اور جو ٹکر لگ کر مر جائے (مثلاً دو جانور آپس میں لڑ پڑیں اور سینگ مار مار کر ایک جانور دوسرے کو مار ڈالے)' اور جس کو کسی درندہ نے پھاڑ کھایا ہو' ہاں البتہ اگر تم (مذکورہ قسموں کے جانوروں کو مرنے سے پہلے) ذبح کر لو (تب تمہارے لیے حلال ہیں)' اور جو جانور آستانوں پر ذبح کیے جائیں۔ (وہ بت' مزار' دربار' درگاہ یا آستانے جن پر لے جا کر جانور ذبح کئے جاتے تھے اور یہ خالص شرک اور خالص نجس ہیں جو ذبح کے بعد بھی ناپاک رہتے ہیں) اور یہ بھی (تم پر حرام ہے) کہ تم تیروں کے ساتھ قسمت آزمائی کرو (یہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین مکہ کا باطل عقیدہ تھا کہ کسی کام کا آغاز کرتے وقت تیروں سے فال لیا کرتے تھے اور آج کی لاٹری اسی کی ترقی یافتہ شکل ہے)

نکاح سے متعلقہ حرام چیزوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ .... ﴾ (سورۃ النساء/ ۲۳)

"حرام کی گئیں تم پر (ان سے نکاح کرنا) تمہاری مائیں' تمہاری بیٹیاں' تمہاری بہنیں' تمہاری پھوپھیاں' تمہاری خالائیں' تمہاری بھتیجیاں' تمہاری بھانجیاں' اور تمہاری وہ رضاعی مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو' اور تمہاری دودھ شریک

بہنیں' اور تمہاری بیویوں کی مائیں (ساسیں خوشدامنین).........."

اور ذرائع آمدنی سے متعلقہ حرام چیزوں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

﴿......وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبَا ....﴾ (سورة البقرة / ٢٧٥)

"اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں پر انتہائی مہربان ہے اس نے ہمارے لیے اس قدر زیادہ پاکیزہ چیزیں حلال کی ہیں کہ وہ اپنی کثرت اور تنوع کے لحاظ سے بے شمار ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حلال چیزوں کی لمبی چوڑی تفصیل بیان نہیں کی کیونکہ وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ شمار سے باہر ہیں جبکہ حرام چیزوں کی تفصیل بیان کی ہے کیونکہ وہ چند گنی چنی ہیں تاکہ ہم ان کو جان کر ان سے دور رہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿...... وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ....﴾

(سورة الانعام/ ١١٩)

"اور اللہ نے جو چیزیں تم پر حرام کیں ان کی تفصیل تمہیں بتا دی ہے' ہاں ان حرام چیزوں میں سے بھی جن کے کھانے پر تم سخت مجبور ہو جاؤ تو وہ حلال ہیں (یعنی مجبوری کی حالت میں جان بچانے کے لئے بقدر ضرورت حرام کھانا بھی جائز ہے۔"

رہا حلال چیزوں کا ذکر تو اللہ تعالیٰ نے مجمل طور پر پاکیزہ چیزوں کو جائز کیا لیکن ان کی تفصیل بیان نہیں کی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿يَا اَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا ....﴾ (سورة البقرة/ ١٦٨)

"اے لوگو! زمین میں موجود جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ۔"

اور یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر رحمت بھرا فیصلہ ہے کہ اس نے تمام چیزوں میں اباحت اور حلت کو اصل قرار دیا کہ جب تک کسی چیز کے حرام ہونے کی دلیل معلوم نہ ہو جائے وہ حلال

شمار ہو گی یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر عظیم مہربانی اور فراخ دلی کا کھلا ثبوت ہے لہٰذا ہم پر اس عظیم نعمت الٰہیہ کا شکر اور اطاعت واجب ہے۔

اور قابل تعجب بات یہ ہے کہ بعض کمزور ایمان لوگ دینی علم سے ناواقفیت کی بناء پر جب حرام چیزوں کی تفصیل اور اعداد و شمار سنتے ہیں تو شرعی محرمات کے متعلق دل ہی دل میں بڑی تنگی محسوس کرتے ہیں !! کیا ایسے لوگ یہی چاہتے ہیں کہ ان کے سامنے حلال چیزوں کی تمام اصناف ایک ایک کر کے شمار کی جائیں' یا پاکیزہ چیزوں کی پوری تفصیلی لسٹ ان کے سامنے رکھی جائے تب ہی وہ تسلیم کریں گے کہ دین واقعی آسان ہے اور ان کی زندگی کو تلخ نہیں بناتا۔

کیا ایسے لوگوں کا یہ مطالبہ ہے کہ انہیں پوری تفصیل کے ساتھ ایک ایک کر کے بتایا جائے کہ اونٹ' گائے' بکری' خرگوش' ہرن' پہاڑی بکرا' مرغی' کبوتر' بطخ' مرغابی' شتر مرغ' کے ذبح کیے ہوئے گوشت حلال ہیں نیز ٹڈی اور مچھلی کا مردار بھی حلال ہے۔!!!

اور یہ کہ ہر قسم کی سبزیاں' ترکاریاں' ساگ' تمام قسم کے دانے' گندم' مکئی وغیرہ اور تمام قسم کے مفید پھل فروٹ حلال ہیں!!!

اور یہ کہ اچار' چٹنی' تمام قسم کے مصالحہ جات' نمک (مرچ' ہلدی' زیرہ' لونگ وغیرہ) حلال ہیں!!!

اور یہ کہ پانی' دودھ' شہد' تیل' سرکہ' حلال ہیں!!!

اور یہ کہ لکڑی' لوہا' ریت' مٹی' کنکریاں' پلاسٹک' شیشہ' ربڑ کا استعمال جائز ہے!!!

اور یہ کہ چوپایوں' گاڑیوں' ریل کاروں' بحری جہازوں' ہوائی جہازوں پر سوار ہونا جائز ہے!!!

اور یہ کہ ائیرکنڈیشن' ریفریجریٹر' واشنگ مشین' پانی خشک کرنے والی مشین آٹا پیسنے والی چکی' آٹا گوندھے والی مشین' قیمہ بنانے والی مشین' جوس نکالنے والی مشین سے فائدہ اٹھانا جائز اور حلال ہے۔

اور یہ کہ ڈاکٹری' انجینئرنگ' حساب' پرنٹنگ' بلڈنگ بنانے' بارش' ہوا' موسم اور دیگر

فلکیاتی اشیاء کا مراقبہ کرنے والے آلات' نیز پانی' پیٹرول' دھات کا اکتشاف کرنے اور انہیں صاف کرنے والے آلات اور کمپیوٹر سے متعلقہ آلات کو استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

اور یہ کہ روئی' سوت' کتان'[1] اون' بال' جائز کھالوں' چمڑوں' نائلن' اور پولیسٹر سے تیار کردہ مصنوعات کو پہننا جائز ہے۔

اور یہ کہ نکاح' خرید و فروخت' کسی کی ضمانت لینا' ادائیگی قرض کو مقروض کے ذمہ سے کسی دوسرے کے ذمہ میں منتقل کرنا' کرائے پر کوئی چیز لینا یا دینا جائز اور حلال ہے اور یہ کہ بڑھئی گری' لوہاگری' آلات کو درست کرنا' بکریاں چرانا یہ تمام قسم کے پیشے حلال ہیں۔

تو اس طرح اگر ہم حلال اور جائز چیزوں کو ایک ایک کر کے شمار کرنے کا سلسلہ جاری رکھیں تو کیا یہ چیزیں ختم ہونے کا نام لیں گی؟؟

وائے افسوس! ایسے بے جا اعتراض کرنے والے لوگ بات کو سمجھتے کیوں نہیں؟؟[2]

اور رہا ان اعتراض کرنے والوں کا یہ کہنا کہ دین آسان ہے!!

یہ بات تو برحق ہے کہ دین واقعی آسان ہے لیکن اس کی آڑ میں باطل کو رائج کرنے کی جو کوشش کی جاتی ہے وہ قابل مذمت ہے۔

---

(۱) کتان سے مراد ایک قسم کا ریشہ یا السی کا پودا ہے جو گرم اور معتدل علاقوں میں کاشت کیا جاتا ہے اس کی اونچائی آدھے میٹر سے زیادہ' پھول خوبصورت نیلے رنگ کے' اور اس کا پھل گول' چکناہٹ والا ہوتا ہے جس کو نچوڑ کر گرم تیل حاصل کیا جاتا ہے اور اس کی چھال سے مضبوط کپڑے تیار ہوتے ہیں۔ (المعجم الوسیط صفحہ ۷۷۶' المنجد صفحہ ۸۶۲' القاموس الفرید صفحہ ۵۶۴ (مترجم))

(۲) کہ شریعت نے حرام چیزوں کی تفصیل تو بیان کی ہے کیونکہ وہ اپنی قلت کے باعث اعداد و شمار میں آ سکتی ہیں جبکہ حلال چیزوں کی گنتی بیان نہیں کی کیونکہ وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ اعداد و شمار سے باہر ہیں' گویا اسلامی شریعت میں محرمات کا دائرہ بہت تنگ ہے برعکس اس کے حلال کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ لہٰذا چند گنی چنی حرام چیزوں کی تفصیل سن کر دل میں تنگی محسوس کرنا اور حلال چیزوں کی بے انتہاء کثرت کی طرف توجہ بھی نہ کرنا عقلی طور پر کوئی منصفانہ فیصلہ نہیں۔ (مترجم)

دین میں آسانی کا مفہوم لوگوں کی نفسانی خواہشات اور عقلی آراء وقیاسات پر منحصر نہیں کہ لوگ جسے چاہیں اپنی مرضی سے آسان قرار دے دیں بلکہ شرعی دلائل کی بنیاد پر ہے۔

شرعی رخصتوں پر عمل کرنے کے لیے یہ دلیل دینا کہ دین میں آسانی ہے اور حرام کاموں کا ارتکاب کرنے کے لیے بھی اسی آسانی کو بنیاد بنانا ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے یعنی یہ جملہ کہ ''دین میں تنگ نظری نہیں'' یہ بات بجا اور برحق ہے البتہ بعض لوگ اسی جملے کو غلط دلیل کے طور پر بھی پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جو لوگ محرمات کا ارتکاب کرنے کے لیے اس جملے کو دلیل بناتے ہیں وہ غلطی پر ہیں اور جو شرعی رخصتوں مثلاً دوران سفر نمازوں کو جمع اور قصر کرکے پڑھنا' سفر میں روزہ افطار کرنا' مقیم کے لیے ایک دن بمع رات اور مسافر کے لیے تین دن بمع رات موزوں اور جرابوں پر مسح کرنا' پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کرنا' بیماری کی صورت میں یا نزول بارش کے وقت دو فرض نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا' کسی اجنبی مرد کا نکاح کرنے کی غرض سے اپنی منگیتر کو دیکھنا' قسم توڑنے کے کفارہ میں اختیار دینا کہ چاہے تو غلام آزاد کر دے چاہے تو مسکینوں کو کھانا کھلا دے اور چاہے تو ان کو کپڑے پہنا دے' مجبوری کی حالت میں مردار کھانے کی اجازت دینا--- وغیرہ رخصتوں پر عمل کرنے کے لئے اس جملے کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں تو ان کی یہ دلیل بجا طور پر برحق ہے کیونکہ اس کی بنیاد شرعی دلائل پر ہے۔

بعض چیزوں کو حرام قرار دینے کی مصلحت:

یہ بات بھی ہر مسلمان کے علم میں ہونی چاہئے کہ بعض چیزوں کو حرام قرار دینے میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ محرمات کے ذریعے اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے اور دیکھنا چاہتا ہے کہ کون ان محرمات کا ارتکاب کرتے ہیں اور کون ان سے بچتے ہیں۔

(۲) امتحان ہی جنتیوں اور جہنمیوں میں فرق کرتا ہے کہ جہنمی لوگ دنیاوی زندگی کی لذت میں غرق ہو کر رہ گئے تھے جب کہ جنتی لوگوں نے دنیاوی زندگی میں نفسانی خواہشات کا مقابلہ

کرتے ہوئے مصیبتوں اور سختیوں پر صبر کیا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آزمائش نہ ہوتی تو پھر فرمانبردار اور نافرمان بندوں میں فرق کیسے ظاہر ہوتا؟؟

(۳) مومن اور منافق میں فرق:

مومن ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ پابندیوں کو حصول ثواب کی نیت سے دیکھتا ہے اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے احکام الٰہی کی تعمیل کرتا ہے تو اس پر ان پابندیوں اور ذمہ داریوں کی مشقت بہت آسان ہو جاتی ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ ان مشقتوں کو برداشت کرنے کے نتیجے میں اسے بہت بڑا ثواب اور رضائے الٰہی حاصل ہو گی جب کہ منافق اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ پابندیوں کو ہمیشہ دکھ' درد' تکلیف اور محرومی کی نگاہ سے دیکھتا ہے جس کی وجہ سے اس پر دباؤ بہت سخت ہوتا ہے اور احکام الٰہی کی تعمیل اس پر بہت بھاری گزرتی ہے۔

ناقابل تردید حقیقت:

یہ بات ایک اٹل حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار مومن بندے کو حرام چیزوں سے بچ کر ایک عجیب لذت محسوس ہوتی ہے کیونکہ جو شخص رضائے الٰہی کی خاطر حکم الٰہی کی تعمیل میں کسی حرام چیز سے کنارہ کش ہو جاتا ہے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اسے اس سے بھی بہتر کوئی دوسری چیز عطا کر دیتے ہیں اور وہ اپنے دل میں ایمان کی مٹھاس اور لذت محسوس کرتا ہے۔

قارئین کرام!!

آپ اس کتاب میں چند ایسی محرمات کا تذکرہ پائیں گے جن کی حرمت شریعت میں طے کر دی گئی ہے لیکن بہت سے مسلمان بغیر کسی جھجک کے ایسے حرام کردہ کاموں کا بے دھڑک ارتکاب کرتے ہیں تو میں نے مسلمانوں کی خیر خواہی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کتاب میں ان محرمات کو قران و حدیث کے دلائل کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔[1]

اور آخر میں میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ مجھے اور میرے تمام مسلمان بھائیوں کو سیدھے راستے پر چلنے' حرام سے بچنے' گناہوں سے دور رہنے اور حدود الٰہی کی پاسداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے' اللہ تعالیٰ ہی بہتر حفاظت کرنے والا اور سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (۲)

طالب دعا
محمد صالح المنجد
الخبر۔ سعودی عرب

---

(۱) بعض علماء کرام نے محرمات کے موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جن میں انہوں نے حرام چیزوں یا کبیرہ گناہوں کی تفصیل بیان کی ہے اس سلسلے میں علامہ ابن النحاس الدمشقی کی تصنیف " تنبیہ الغافلین عن اعمال الجاھلین " بڑی عمدہ کتاب ہے۔ (مؤلف)
نیز "الزواجر" للھیثمی اور "الکبائر" للذھبی بھی عمدہ کتابیں ہیں۔ (ابو عبدالرحمٰن)

(۲) اس کتاب کا متعدد علماء کرام نے مراجعہ کیا ہے جن میں سرفہرست فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز بھی ہیں۔ کتاب کے بعض موضوعات پر انہوں نے جو تعلیقات لکھیں ان کو میں کتاب کے حاشیہ میں ذکر کروں گا اور تعلیق کے آخر میں دو بریکٹوں کے درمیان "ابن باز" لکھ دوں گا جس سے یہ اشارہ مقصود ہو گا کہ یہ تعلیق شیخ ابن باز کی ہے۔ (مؤلف)

حرام کاموں کی تفصیل
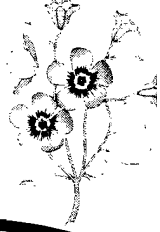
اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا یہ علی العموم سب سے بڑا گناہ اور سب سے بڑا حرام کام ہے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا:

((اَلاَ أُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ (ثَلاَثًا)؟ قَالُوْا: قُلْنَا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰه! قَالَ: الاشْرَاكُ بِاللّٰه........)) (صحیح بخاری/ حدیث نمبر۲۵۱۱، صحیح مسلم)

"کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ دہرایا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: کیوں نہیں! اے اللہ کے رسول آپ ہمیں ضرور بتائیے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا........"

شرک کے سوا باقی ہر گناہ کے متعلق امید رکھی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیں گے لیکن شرک کی معافی کے لئے جب تک مخصوص [1] توبہ نہ کی جائے اس وقت تک بخشش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَن يَّشَآءُ ...... ﴾ (سورۃ النساء/ ۴۸)

"یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے......"

---

(۱) مخصوص توبہ سے مراد: شرک سے باز آنا۔ کلمہ توحید کا اعادہ کر کے اسلام قبول کرنا اور اس کے احکام کی پابندی کا عہد کرنا (ابوعبدالرحمٰن)

شرک کی بعض قسمیں ایسی ہیں کہ جن کے ارتکاب سے انسان دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اگر اسی حالت میں مر گیا تو ہمیشہ کے لیے جہنم کا ایندھن ہو گا۔

شرک اکبر کی بہت سی صورتیں آج اکثر اسلامی ممالک میں وبا کی طرح پھیل چکی ہیں جن میں سے بعض کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

قبروں کی پوجا:

قبروں کی پرستش اور قبروں میں مدفون اولیاء کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں اور مصیبتوں کو دور کرتے ہیں' نیز ان سے مدد مانگنا اور انہیں مشکلات میں پکارنا یہ سب شرک اکبر کی صورتیں ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ .... ﴾ (سورۃ الاسراء/ ۲۳)

"اور تمہارا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا........"

اسی طرح مشکلات سے نجات پانے یا سفارش طلب کرنے کے لئے انبیاء کرام یا دیگر فوت شدہ نیک بندوں کو پکارنا بھی شرک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ .... ﴾ (سورۃ النمل/ آیت ۶۲)

"بھلا مصیبت کا مارا لاچار مجبور شخص جب بے قراری میں اللہ کو پکارے تو کون ہے جو اس کی دعا قبول کر کے اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور کون تم کو زمین میں (ایک دوسرے کا) جانشین بناتا ہے؟ کیا اب بھی یہی کہو گے کہ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے (جو یہ سارے کام کرتا ہو)؟"

بعض لوگ اپنے پیر یا ولی کے نام کو اپنا تکیۂ کلام اور عادت ہی بنا لیتے ہیں حتیٰ کہ اٹھتے بیٹھتے' ٹھوکر کھاتے' پاؤں پھسلتے ہر وقت اسی کو پکارتے ہیں اور جب بھی کسی مصیبت' تکلیف' پریشانی' مشکل' دشواری میں گرفتار ہوتے ہیں تو کوئی "یا محمد" کہہ کر پکارتا ہے' کوئی "یا علی" کا

نعرہ لگاتا ہے' کوئی "یاحسین" کہہ کر مدد مانگتا ہے' کوئی "یابدوی" کا نام لیتا ہے' کوئی "یا عبدالقادر جیلانی" کا سہارا لیتا ہے' کوئی "یا شاذلی" پر اعتماد کرتا ہے' کوئی "یا رفاعی" کا دم بھرتا ہے' کوئی "یا عیدروس" کو سامنے رکھتا ہے' کوئی بی بی زینب اور ابن علوان کو بلند آوازوں سے پکارتا ہے جبکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان تو یہ ہے کہ:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ .... ﴾ (سورۃ الاعراف/ ۱۹۴)

"یقیناً تم اللہ کے سوا جن لوگوں کو پکارتے ہو وہ بھی تمہاری طرح بندے ہی ہیں۔"

اور بعض قبروں کے پجاری تو قبروں کا طواف کرتے' قبر کے ہر کونے کو ہاتھ لگاتے' برکت کے لئے چھوتے' مزاروں کی چوکھٹ کو بوسہ دیتے' اپنی پیشانی کو قبر کی مٹی سے خاک آلودہ کرتے' قبروں کے لئے سجدے کرتے' اور انتہائی عاجزی' انکساری' ذلت کے ساتھ قبروں کے سامنے کھڑے ہو کر گڑگڑاتے ہوئے ان قبروالوں سے اپنی ضروریات طلب کرتے ہیں۔ بیماری سے نجات پانے' اولاد حاصل کرنے' مشکلات حل کروانے کے لئے انہیں پکارتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو صاحب قبر سے مخاطب ہو کر یوں کہتے ہیں۔

صاحب شان ہستی! میں بہت دور دراز ملک سے آیا ہوں مجھے نامراد واپس نہ لوٹائیے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی تو یہ ہے کہ:

﴿ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ (سورت الاحقاف/ ۵)

"اور اس شخص سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہو گا کہ جو اللہ کے سوا ایسی ہستیوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کے پکارنے کا جواب نہ دے سکیں (جواب دینا تو دور کی بات) وہ تو ان کے پکارنے سے ہی بے خبر ہیں (ان کی پکار کو سن تک نہیں سکتے)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ مَاتَ وَ هُوَ يَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ)) (صحیح بخاری

۱۷۶/۸' مع فتح الباری)

"جو شخص اللہ کے سوا دوسرے شریکوں کو پکارتے (بغیر توبہ کیے) مر گیا وہ جہنم کی آگ میں داخل ہوا۔"

بعض لوگ قبروں کے پاس جا کر اپنے سر منڈواتے ہیں اور بعضوں کے پاس تو ایسی کتابیں ہوتی ہیں جن کا عنوان ہوتا ہے "مزارات کے حج کرنے کا طریقہ" اور بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اولیاء کرام کائنات کا نظام چلانے کا مکمل اختیار رکھتے ہیں اور وہ نفع و نقصان کے بھی مالک ہیں جبکہ رب تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:

﴿ وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَ اِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ .... ﴾ (سورۃ یونس/۱۰۷)

"اور اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کو اللہ کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تم کو کوئی فائدہ' راحت پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔"

غیراللہ کے نام کی نذر و نیاز:

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے نذر و نیاز بھی شرک اکبر کی ایک شکل ہے جس طرح کہ بعض لوگ قبروں پر چراغ' موم بتیاں اور اگر بتیاں جلانے کی نذر مانتے ہیں۔

غیراللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا:

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام پر جانور ذبح کرنا بھی شرک اکبر کی قسم ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ (سورۃ الکوثر/۲)

"(اے محمدؐ!) اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔"

یعنی جس طرح آپ کی نماز اللہ کے لئے ہی خالص ہو اسی طرح قربانی بھی خالصتاً اللہ ہی

کے لئے ذبح کرو اور اللہ کا نام لے کر ذبح کرو۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ)) (صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۹۷۸)

"جس شخص نے اللہ کے سوا دوسروں کے نام پر ذبح کیا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ (پھٹکار اور رحمت الٰہی سے دوری ہے)

بسا اوقات غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانور میں دو حرام چیزیں اکھٹی ہو جاتی ہیں ایک اللہ کے علاوہ دوسروں کے لیے ذبح کرنا' دوسرا غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کرنا' ان دنوں صورتوں میں ہی ذبح کیے ہوئے جانور کو کھانا حرام ہے۔

زمانہ جاہلیت کی ایک قدیم جاہلانہ رسم "جنوں کے لیے ذبح کرنا" تھی جو آج ہمارے زمانے میں بھی بہت رواج پا چکی ہے جس کی تفصیل یوں ہے کہ لوگ جب کوئی گھر خریدتے یا نیا گھر تعمیر کرتے ہیں یا کنویں کی کھدائی کرتے ہیں تو کنویں کے پاس یا گھر کی چوکھٹ پر جنوں کے نام جانور ذبح کرتے ہیں تاکہ اس طرح جنوں کو راضی کر کے جنوں کی شر سے محفوظ رہ سکیں۔ یہ بھی شرک کی قسم ہے۔ [1]

حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینا:

شرک اکبر کی ایک صورت جو عصر حاضر میں بہت عام ہو چکی ہے "اللہ تعالٰی کی حرام کردہ چیزوں کو حلال یا حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنا" ہے۔ یا یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ کے علاوہ بھی کوئی دوسرا شخص کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

اسی طرح اپنے معاملات کا فیصلہ کروانے کے لئے اپنی خوشی اور اختیار کے ساتھ غیر شرعی عدالت کی طرف رجوع کرنا اور جاہلانہ وضعی قوانین سے فیصلے کروانے کو جائز اور حلال سمجھنا یہ

---

(۱) دیکھئے "تیسیر العزیز الحمید فی شرح کتاب التوحید "صفحہ نمبر ۱۵۸ طبعة دارالافتاء۔ الریاض۔

وہ کفر اکبر ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ .... ﴾ (سورۃ التوبہ/۳۱)

"ان لوگوں (یہودیوں اور عیسائیوں) نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنا لیا ہے۔"

جب یہ آیت کریمہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ (جو عیسائی مذہب کو چھوڑ کر مسلمان ہو چکے تھے) نے سنی تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول! عیسائی اپنے علماء کی پوجا تو نہیں کرتے پھر ان کو رب بنانے کا مطلب کیا ہوا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ بات نہیں کہ اگر ان کے علماء اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کر دیتے تو عیسائی اسے حلال ہی سمجھتے تھے اور اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو اگر ان کے علماء حرام قرار دیتے تو وہ ان کو حرام ہی سمجھتے تھے؟؟ "اسی کا نام عبادت اور پوجا ہے۔"[۱] اسی اصول کے تحت انہوں نے اپنے اماموں، مفتیوں، مولویوں، پیروں، مرشدوں اور درویشوں، صوفیوں کو رب تعالیٰ کا درجہ دے رکھا ہے۔[۲]

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا یہ مذموم وصف بیان کیا ہے کہ

---

(۱) سنن ترمذی حدیث نمبر ۳۰۹۵، سنن الکبریٰ للبیہقی جلد نمبر ۱۰ صفحہ نمبر ۱۱۶، شیخ محمد ناصرالدین البانی نے اسے حسن کہا ہے دیکھئے ان کی کتاب "غایۃ المرام فی تخریج احادیث الحلال و الحرام ص ۱۹"

(۲) اس آیت قرآنی اور حدیث نبوی سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور یہ اختیار اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے ماننا گویا اس کو رب بنانے کے مترادف ہے اور شرک کی قسم ہے۔ ہمارے موجودہ زمانے میں بھی بعض لوگوں کی یہی کیفیت ہے کہ انہوں اپنے اماموں، مفتیوں، پیروں، مرشدوں، کو رب کا درجہ دے رکھا ہے کسی مسئلہ میں قرآن و حدیث کی واضح دلیل موجود ہونے کے باوجود بھی وہ اپنے امام، پیر، مرشد کے اقوال کو قرآن و حدیث کے مقابلے میں ترجیح دیتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ سے ڈر جانا چاہئے کیونکہ یہ فعل یہودیوں اور عیسائیوں کا ہے کسی مسلمان کو کسی صورت یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ قرآن و حدیث کے مقابلے میں اپنے پیروں اماموں کے اقوال کو مقدم رکھے ورنہ وہ اس قرآنی آیت اور حدیث نبوی کی وعید میں داخل ہو کر شرک و کفر کا مرتکب ہو گا۔ (مترجم)

﴿ .... وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ .... ﴾

(سورۃ التوبہ/ ۲۹)

"وہ اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ چیزوں کو حرام نہیں مانتے اور نہ ہی دین حق (اسلام) کے سامنے گردن جھکاتے ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ اَرَأَيْتُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا قُلْ آللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴾ (سورۃ یونس/ ۵۹)

"(اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہیے بھلا بتلاؤ تو سہی کہ اللہ نے تمہارے لیے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے اس کا کچھ حصہ حرام کچھ حلال قرار دے لیا آپ پوچھیے کہ کیا (یہ حلال و حرام کرنے کا) اللہ نے تمہیں حق دیا تھا یا پھر تم خود اپنی طرف سے ہی اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔ (اللہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہو جن کا اللہ تعالیٰ نے حق نہیں دیا)

جادو، کہانت (۱) اور غیبی خبریں جاننے کا دعویٰ کرنا:

جادو، نجومی گری، اور جھوٹ سے غیبی خبریں جاننے کا دعویٰ کرنا بھی شرک ہے اور یہ سارے شرکیہ کام ہمارے موجودہ زمانے میں بہت عام ہو چکے ہیں۔

---

(۱) کہانت کا مطلب ہے کہ اٹکل پچو سے کچھ سچ اور کچھ جھوٹ ملا کر مستقبل کی خبریں بتانے اور غیب جاننے کا دعویٰ کرنا جس طرح فی زمانہ نجومی اور پیشہ ور روحانی عامل کرتے ہیں جن کا شیطانوں کے ساتھ رابطہ رہتا ہے اور وہ ان شیطانوں کی مدد سے ہی اپنا پیشہ چلاتے ہیں بعثت نبوی سے پہلے کہانت کا عمل بہت زیادہ تھا شیاطین آسمان سے خبریں چوری کر کے سچ اور جھوٹ ملا کر ان کاہنوں تک پہنچاتے تھے لیکن بعثت نبوی کے بعد جب سے آسمان پر پہرہ سخت ہو گیا شیاطین کے لئے خبریں چوری کرنے میں دشواریاں پیدا ہو گئیں اور کہانت کا عمل قدرے کم ہو گیا بہرحال شریعت کی نگاہ میں کہانت اور نجومی گری وغیرہ حرام ہے کیونکہ اس کی بنیاد سراسر جھوٹ، دھوکہ، اور شیطانی عمل پر ہے۔(مترجم)

جادو کفر ہے اور ان سات کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے کہ جو انسان کو تباہ و برباد کر کے

رکھ دیتے ہیں۔ جادو ہمیشہ نقصان ہی پہنچاتا ہے اس سے فائدہ کبھی حاصل نہیں ہوتا' اور جادو سیکھنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿ ....وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ .... ﴾ (سورۃ البقرۃ/ ۱۰۲)

"اور یہ لوگ ایسی چیز (جادو) سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ پہنچا سکے۔ یعنی جادو سیکھنے میں سراسر نقصان ہی نقصان ہے فائدہ کوئی نہیں۔

نیز ارشاد الٰہی ہے:

﴿ ....وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴾ (سورۃ طٰہ/ ۶۹)

"اور جادوگر جہاں بھی جائے یا جہاں سے بھی آئے وہ ہرگز کامیاب اور بامراد نہیں ہوتا (اسے کبھی غلبہ نصیب نہیں ہوتا)۔"

جادو کا عمل کرنے والا خالص کافر ہے۔ اس کی بنیاد یہ فرمان الٰہی ہے:

﴿ .... وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ .... ﴾ (سورۃ البقرۃ/ ۱۰۲)

"حضرت سلیمان علیہ السلام نے تو کفر نہ کیا تھا بلکہ یہ شیطانوں کا کفر تھا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔ [۱] اور بابل شہر میں ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا [۲] اور وہ دونوں (ہاروت اور ماروت) بھی کسی شخص کو اس وقت تک (جادو) نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم اللہ کی طرف سے ایک آزمائش بن کر آئے ہیں لہٰذا (تم جادو سیکھ کر) کفر نہ کرو۔ [۳]"

---

(۱) حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں شیاطین جادو کی نشرو اشاعت کرتے رہے حتیٰ کہ جادو کا علم یہودیوں میں رواج پا گیا اور ان میں مشہور ہو گیا کہ حضرت سلیمان نبی نہیں تھے بلکہ جادوگر تھے اور جادو کے زور پر ہی حکومت کرتے رہے پھر جب قرآن نے حضرت سلیمان کو انبیاء کی صف میں شمار کیا تو یہودیوں=

جادوگر کے متعلق شریعت کا حکم ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے' جادوگر کی کمائی حرام اور

ناپاک ہے۔ بعض ظالم اور جاہل قسم کے کمزور عقیدہ اور کمزور ایمان لوگ اگر کسی شخص پر زیادتی کرنا چاہتے ہوں یا کسی سے انتقام لینا چاہتے ہوں تو اس کے لئے وہ جادوگروں کے پاس جاتے ہیں تاکہ اپنے مخالفین پر جادو کروا کے ان سے انتقام لے سکیں۔ اسی طرح بعض لوگ جن پر جادو کا اثر ہو وہ اپنے اوپر سے جادو کو ختم کروانے کے لئے جادوگروں کی طرف رجوع کرتے ہیں یعنی جادو کے اثر کو جادو کے ذریعے ختم کرنا چاہتے ہیں یہ بھی حرام ہے کیونکہ جادو کا اثر ہو جانے کی صورت میں ہر مسلمان پر یہ واجب ہے کہ وہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرے' اسی کی پناہ لے اور اسی کے کلام پاک قرآن کے ذریعے شفاء طلب کرے۔ مثلاً سورت "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" اور "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" وغیرہ پڑھ کر دم کرے۔

کاہن نجومی وغیرہ بھی اگر غیب کی خبریں جاننے کا دعویٰ کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر عظیم کے مرتکب ہوں گے کیونکہ غیب کی باتیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور ایسے شعبدہ باز نجومی سادہ لوح عوام کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کا

= نے ان کے جادوگر ہونے کا طعنہ دیا اس پر یہ دو آیتیں نازل ہوئیں جن سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان کا دامن جادو سے پاک ہے کیونکہ جادو تو کفر ہے اور اس کفر کا ارتکاب اللہ کے پیغمبر حضرت سلیمان کیونکر کر سکتے تھے؟ کہتے ہیں کہ جب حضرت سلیمان کے زمانے میں جادوگری کا سلسلہ بہت عام ہو گیا تو حضرت سلیمان نے اس کا سدباب کرنے کے لئے جادو کی کتابیں لے کر اپنی کرسی یا تخت کے نیچے دفن کر دیں حضرت سلیمان کی وفات کے بعد شیاطین اور جادوگروں نے ان کتابوں کو نکال کر نہ صرف لوگوں کو دکھایا بلکہ یہ باور کرایا کہ حضرت سلیمان کی قوت اور اقتدار کا راز یہی جادو کا عمل تھا اور اسی پر ان ظالموں نے حضرت سلیمان کو بھی جادوگر قرار دیا جس کی اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر۔ تفسیر احسن البیان) (انتخاب از مترجم)

(۲) ہاروت اور ماروت دو فرشتے تھے جو بابل شہر (عراق) میں آدمیوں کی شکل میں رہتے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے جادو کا علم دے کر بطور آزمائش کے بھیجا تھا چنانچہ جو کوئی ان سے علم سیکھنے جاتا تو وہ کہتے تم یہ علم نہ سیکھو ورنہ تمہارا ایمان جاتا رہے گا اس پر بھی اگر وہ اصرار کرتا تو وہ اسے جادو سکھا دیتے۔ (تفسیر ابن کثیر) (انتخاب از مترجم)

(۳) اس آیت کی صریح عبارت سے معلوم ہوا کہ جادو سیکھنا کفر ہے۔ (مترجم)

مال لوٹنے کے لئے کئی طرح کے طریقے استعمال کرتے ہیں مثلاً زمین پر خطوط بنا کر' کوڑی اور سپی بجا کر' شیشے کی بنی ہوئی کسی گول چیز یا پیالے میں منتر پڑھ کر' لوگوں کی ہتھلیاں دیکھ کر ان کی قسمت بتاتے ہیں۔ اگر سو میں سے ایک مرتبہ اتفاقاً ان کی کوئی بات سچ ثابت ہو جائے تو (۹۹) ننانوے مرتبہ وہ جھوٹ بولتے ہیں لیکن سادہ لوح غافل عوام کو ان کا بتایا ہوا ایک سچ تو یاد رہتا ہے لیکن ان کے ۹۹ جھوٹوں کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اسی بنا پر وہ اپنی گمشدہ چیزوں کا پتہ چلانے' شادی اور تجارت میں کامیابی یا ناکامی معلوم کرنے' اور مستقبل کی غیبی خبریں وغیرہ جاننے کے لئے ان نجومیوں کے پاس جاتے ہیں۔ حالانکہ اسلامی شریعت کا حکم یہ ہے کہ جو شخص ان کاہنوں' نجومیوں کے پاس جا کر ان کی باتوں کی تصدیق کرتا اور باقاعدہ سچ مانتا ہے ایسا شخص کافر اور دین اسلام سے خارج ہے۔ اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا درج ذیل فرمان ہے:

((مَنْ اَتٰی کَاهِنًا اَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا یَقُوْلُ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ))[۱]

"جو شخص کاہن نجومی وغیرہ کے پاس آیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی اس نے حضرت محمد ﷺ پر اتاری گئی چیز (قرآن یا مکمل دین اسلام) کا کفر کیا۔"

جو شخص یہ بات تو تسلیم کرتا ہے کہ کاہن نجومی وغیرہ غیب کی خبریں نہیں جانتے لیکن پھر بھی آزمانے کے لئے ان نجومیوں کے پاس جاتا ہے ایسا شخص کافر تو نہیں ہوتا لیکن اس کو یہ گناہ ضرور ملتا ہے کہ اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث ہے۔

((مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَیْئٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاۃُ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً))[۲]

---

(۱) (مسند احمد ۴۲۹/۲۔ شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے دیکھئے ان کی کتاب "صحیح الجامع الصغیر حدیث نمبر ۵۹۳۹)

(۲) صحیح مسلم ۱۷۵۱/۴ حدیث ۲۲۳۰

"جو شخص کاہن نجومی وغیرہ کے پاس جا کر کسی چیز کی خبر دریافت کرتا ہے اس کی

چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی۔"(۱)

لیکن اس شخص پر سچی توبہ اور پانچ فرض نمازوں کو ادا کرنا واجب ہے۔ (یعنی نماز قبول نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ چالیس دن تک نماز چھوڑے رکھے۔ فرض نمازیں تو اس کو ہر صورت ادا کرنی ہی پڑیں گی لیکن ان کے ثواب سے وہ محروم رہے گا۔ علماء کرام نے اس کی یہی تاویل کی ہے۔ (دیکھئے شرح صحیح مسلم للنووی)

---

(۱) برصغیر پاک وہند میں اکثر مشاہدہ کیا گیا ہے کہ بعض شیطان صفت انسانی بھیڑیے سادہ لوح لوگوں کی دولت اور ایمان لوٹنے کے لئے بازاروں' چوراہوں' سڑکوں اور ریلوے اسٹیشن کے فٹ پاتھوں پر بڑے بڑے سائن بورڈ لگا کر بیٹھ جاتے ہیں جن پر لکھا ہوتا ہے "اپنی قسمت کا حال معلوم کیجئے' شادی میں رکاوٹ' محبت میں ناکامی' رزق میں تنگی' اولاد سے مایوس گھریلو جھگڑے---- ان ساری مشکلات کا حل جاننے کے لئے صرف ایک روپیہ خرچ کیجئے اور اپنی قسمت بہتر بنائیے۔ ایسے پیشہ ور روحانی عامل اور نجومی جھوٹ' دھوکے اور فراڈ بازی سے اپنی دکان داری چمکاتے اور حرام طریقے سے لوگوں کی دولت بھی لوٹتے اور ایمان بھی برباد کرتے ہیں۔ اگر وہ کسی کی قسمت درست کرنے کے ذرا سے بھی مالک ہوتے تو پھر وہ لوگوں کی جیبوں سے ایک ایک روپیہ وصول کرنے کے انتظار میں فٹ پاتھ کی خاک نہ چھانتے پھرتے بلکہ سب سے پہلے اپنی قسمت درست کرتے اور محلات و کوٹھیوں کے مالک ہوتے۔ لیکن ان کی اپنی قسمت تو اتنی بری ہے کہ کھانے کے لئے ملتا کچھ نہیں تبھی تو وہ ایک روپیہ یا پچاس پیسہ کی تلاش میں سارا دن فٹ پاتھ پر بیٹھے لوگوں کی جیبیں تکتے رہتے ہیں اور اگر کسی دن خالی ہاتھ واپس لوٹیں تو اہل خانہ اور اولاد کی محروم نگاہیں کچا کھا جانے کو دوڑتی ہیں۔

اور رہا ان کا غیبی خبریں اور مستقبل کی باتیں جاننے کا دعویٰ کرنا یہ بھی سراسر جھوٹ اور دھوکا ہے مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک صحیح العقیدہ موحد آدمی کا کسی ایسے ہی عامل نجومی کے پاس سے گزر ہوا جس نے بڑا سا بورڈ لگا رکھا تھا کہ "ہر قسم کی غیبی خبریں معلوم کرنے کا واحد ادارہ" وہ موحد اس نجومی کے حجرے میں

داخل ہو گیا اور پوچھا کیا آپ غیب کی باتیں جانتے ہیں؟ اس نجومی نے کہا: ہاں! ضرور جانتا ہوں تبھی تو یہاں بیٹھا ہوں!! تب اس موحد نے اپنی جوتی اتار لی اور پوچھا کہ مجھے یہ غیب کی خبر بتاؤ کہ اس جوتے سے تمہاری پٹائی ہو گی یا نہیں؟ اب نجومی اگر یہ کہے کہ پٹائی نہیں ہو گی تب وہ موحد پٹائی کرتا ہے اور اگر یہ کہے کہ پٹائی ہو گی تب موحد پٹائی نہیں کرتا اب وہ پیشہ ور نجومی دونوں صورتوں میں ہی ایسا پھنسا اور لاجواب ہوا کہ اس نے بڑی مشکل سے اس موحد مسلمان سے اپنی جان چھڑائی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہر مسلمان کو توحید کی سمجھ عطا فرمائے اور ایسے پیشہ ور دھوکہ باز عاملوں سے خود بھی بچنے کی اور دوسروں کو بھی بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (مترجم)

حادثات زمانہ میں ستاروں کے عمل دخل کا اعتقاد رکھنا

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ مقام پہ ہمیں صبح کی نماز پڑھائی جب کہ رات کو خوب بارش برسی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ صحابہ کرام نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آج صبح میرے بندوں میں سے کچھ میرے ساتھ مومن ہوئے اور کچھ کافر۔ جنھوں نے یہ کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے بارش نصیب ہوئی وہ مجھ پر ایمان لائے اور ستاروں کا کفر کیا۔ اور جنھوں نے یہ بات کہی کہ ہمیں فلاں اور فلاں ستارے کے فلاں فلاں مدار میں جانے کی وجہ سے بارش ملی انہوں نے میرے ساتھ کفر کیا اور ستاروں پر ایمان لائے۔(صحیح بخاری مع فتح الباری ۲/۳۳۳)

اخبارات، میگزین، ڈائجسٹ وغیرہ میں شائع ہونے والے ستاروں کے مخصوص ناموں اور برجوں کے ذریعے اپنی قسمت معلوم کرنا بھی حرام ہے۔ مثلاً یہ اعتقاد رکھنا کہ اگر فلاں ستارہ فلاں برج میں داخل ہو گا تو میرے ساتھ ایسے ایسے حالات پیش آئیں گے۔ اگر کوئی انسان یہ عقیدہ رکھے کہ ستارے بھی کسی چیز پر اثر انداز ہو سکتے ہیں وہ مشرک ہے کیونکہ تاثیر اور قسمت کی تبدیلی سب اللہ کے ہاتھ میں ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اگر کوئی ان ستاروں اور برجوں کے نام محض دل بہلانے کے لئے پڑھے تب بھی وہ گنہگار اور نافرمان شمار ہو گا کیونکہ شرکیہ باتوں کو پڑھ کر دل بہلانا کسی صورت جائز نہیں مزید برآں اس میں یہ بھی خطرہ ہے کہ شیطان اس کے دل میں ستاروں کے متعلق کوئی شرکیہ عقیدہ نہ پیدا کر دے جب کہ اسلام نے تو شرک کا مکمل سد باب کرنے کے لئے شرک تک پہنچانے والے تمام اسباب اور ذرائع کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

کسی چیز میں نفع پہنچانے کا اعتقاد رکھنا:

شرک کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان کسی بھی ایسی چیز میں نفع پہنچانے کا اعتقاد رکھے جس چیز میں اللہ تعالیٰ نے نفع پہنچانے کی قدرت نہیں رکھی جس طرح کہ بعض لوگ نجومیوں' کاہنوں' جادوگروں کے اشارے پر' یا وراثت میں ملنے والے مشرکانہ عقیدے کی بناء پر شرکیہ تعویذ' گنڈوں' مختلف قسم کے منکوں' پتھر کے نگینوں' کوڑی' [1] اور دھات کے بنے ہوئے کڑے چھلے وغیرہ میں نفع پہنچانے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اپنے گمان کے مطابق نظربد سے بچنے کے لئے انہیں اپنے گلے میں لٹکاتے ہیں۔ [2] یا مختلف قسم کے نگینوں والی انگوٹھیاں پہنتے

---

(۱) کوڑی سے مراد سفید رنگ کے منکے اور سیپیاں ہیں جو اندر سے کھوکھلی ہوتی ہیں اور سمندر سے نکلتی ہیں کھجور کی گٹھلی کی طرح ان کے درمیان بھی ایک شگاف ہوتا ہے' شرکیہ عقیدے کے حامل لوگ نظربد سے بچنے کے لئے انہیں اپنے گلے میں لٹکاتے ہیں۔ عربی میں انہیں وَدْعَة کہا جاتا ہے جس کی جمع وَدَعَات اور الوَدَعْ ہے۔ (القاموس المحیط/فیروز آبادی صفحہ ۹۹۴' مختار الصحاح/رازی صفحہ ۴۵۰' المعجم الوسیط/صفحہ ۱۰۲۱)(مترجم)

(۲) وائے افسوس! آج یہ ساری شرکیہ چیزیں ہمارے مسلمانوں میں کس قدر زیادہ عام ہو چکی ہیں کہ کوئی ان کو شرک ماننے کے لئے بھی تیار نہیں اللہ غارت کرے رافضیت اور جاہلانہ تصوف کو جنہوں نے ان سارے شرکیہ عقائد کو جنم دیا۔ ہندو پاک میں بھی اکثر دیکھا جا سکتا ہے کہ بعض بسوں اور ٹرکوں کے مالک مزاروں اور قبروں سے لائی ہوئی جوتیاں گاڑیوں کے نیچے باندھتے ہیں یا کالے رنگ کے دھاگے' اپنے پیروں کی تصویریں یا اس قسم کی دیگر شرکیہ چیزیں بسوں میں لٹکاتے ہیں تاکہ اس طرح ہر قسم کے ایکسڈینٹ اور نظربد سے بچا جا سکے' بعض لوگ بواسیر کی مرض سے شفا پانے کے لئے مخصوص قسم کے چھلے انگلیوں میں پہنتے ہیں' نظربد سے بچنے کے لئے گھروں میں تعویذ دباتے' مزاروں سے لایا ہوا نمک کھاتے .... اور دیگر طرح کے شرکیہ کام انجام دیتے ہیں۔

اس طرح کی ساری چیزیں حرام ہیں عقیدہ توحید اور توکل علی اللہ کے منافی ہیں کیونکہ نفع و نقصان' شفا اور رزق سب کچھ صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک کے ہاتھ میں ہے اس لیے تمام مسلمانوں کو ہر قسم کے شرکیہ کاموں سے کوسوں دور رہنا چاہئے۔(مترجم)

ور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان نگینوں میں خاص قسم کی تاثیر پائی جاتی ہے مثلاً مصیبتیں ٹل جاتی ہیں پریشانیاں ختم ہو جاتی ہیں مشکلات آسان ہو جاتی ہیں.......... وغیرہ۔

بلاشبہ یہ ساری چیزیں توکل علی اللہ کے خلاف ہیں' انسان کو مزید سست اور کمزور بناتی ہیں ان چیزوں سے علاج کرنا کسی صورت درست نہیں کیونکہ حرام چیزوں کے ذریعے علاج کرنے کی شریعت قطعاً اجازت نہیں دیتی۔

اگر تعویذ گنڈوں کو کھول کر پڑھا جائے تو ان میں اکثر واضح ترین شرک ہوتا ہے' بعض جنوں اور شیطانوں سے مدد طلب کی جاتی ہے' پیچیدہ اور مبہم قسم کے نقشے بنے ہوتے ہیں یا غیر مفہوم سمجھ میں نہ آنے والی عبارتیں لکھتی ہوتی ہیں۔ بعض شعبدہ باز' مداری تو قرآنی آیات کو دیگر شرکیہ عبارتوں کے ساتھ ملا کر تعویذوں میں لکھتے ہیں' اور بعض ظالم تو تعویذوں میں قرآنی آیات کو گندگی پیشاب اور حیض کے خون سے لکھتے ہیں۔ (اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ)

گزشتہ سطور میں بیان کی گئی تمام قسم کی چیزوں' منکوں' نگینوں' کوڑی' کڑے چھلے' تعویذ گنڈے لٹکانا یا اپنے جسم کے کسی بھی حصے پر باندھنا حرام ہے۔ اور اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے۔ ((مَنْ عَلَّقَ تَمِیمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ)) [1] ''جس نے تمیمہ [2] (تعویذ وغیرہ) لٹکایا اس نے شرک کیا۔

---

(۱) مسند احمد جلد ۴ ص ۱۵۶' سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ / البانی۔ حدیث ۴۹۲۔

(۲) علماء لغت نے تمیمہ کے دو مفہوم بیان کیے ہیں۔ (۱) لٹکایا جانے والا تعویذ (۲) منکے اور گھونگے وغیرہ جو عرب لوگ اپنے بچوں کے گلوں میں لٹکایا کرتے تھے تاکہ اس طرح انہیں نظر بد سے محفوظ رکھا جا سکے اسلام نے زمانہ جاہلیت والے اس فاسد عقیدے کو باطل قرار دیا بلکہ اسے شرک سے تعبیر فرمایا کیونکہ عرب لوگ ان تمیموں کے ذریعے تقدیر میں لکھی ہوئی بات کو رد کر دینا چاہتے تھے اور نظر بد سے بچانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے جبکہ انہوں نے ان تمیموں کو سمجھ رکھا تھا اور اسی بناء پر وہ مصیبت سے بچنے اور شفاء حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا دروازہ چھوڑ کر ان تمیموں پر اعتماد کرتے تھے۔ دیکھئے (النہایۃ فی غریب الحدیث / ابن اثیر الجزری ۱/۱۹۷-۱۹۸' مختار الصحاح / رازی ص ۵۸' القاموس المحیط / فیروز آبادی ص ۱۴۰۰' المعجم الوسیط ص ۸۹' المنجد عربی اردو ص ۱۱۷) (از مترجم)

تعویذ وغیرہ لٹکانے والا اگر یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے علاوہ یہ چیزیں بذات خود نفع و نقصان پہنچا سکتی ہیں تو وہ مشرک ہے اس نے شرک اکبر کا ارتکاب کیا۔ اور اگر یہ عقیدہ رکھے کہ یہ چیزیں نفع و نقصان پہنچانے کا سبب اور ذریعہ ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سبب نہیں بنایا تو ایسا انسان بھی مشرک ہے۔ اس نے شرک اصغر کا ارتکاب کیا اور یہ ذرائع و اسباب میں شرک کی ایک قسم ہے۔

دکھلاوے اور شہرت کے لئے عبادت کرنا:

کسی بھی نیک عمل کے مقبول ہونے کے لئے لازمی شرط ہے کہ وہ ہر قسم کی ریا کاری، شہرت، نمود و نمائش، دکھلاوے سے پاک اور سنت کے مطابق ہو۔ اور جس شخص نے لوگوں کے دکھلاوے کے لئے عبادت کی۔ مثلاً ریا کاری کے لئے نماز پڑھی اس نے چھوٹے شرک کا ارتکاب کیا اور اس کا عمل برباد ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَ اِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلَاةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَاؤُنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ (سورۃ النساء/آیت ۱۴۲)

"منافق سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے چالبازیاں کر رہے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس چالبازی کی سزا دینے والا ہے اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی سستی کے ساتھ کسمساتے ہوئے (جیسے زبردستی کسی مصیبت کی طرف لے جائے جا رہے ہوں) صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور ذکر الٰہی تو یونہی برائے نام کرتے ہیں۔"

جو شخص کوئی عمل اس لیے کرتا ہے کہ اس کی خبر پھیل جائے اور لوگوں میں اس کی شہرت ہو وہ شرک میں مبتلا ہو گیا اور اس کے متعلق سخت سزا سنائی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ وَ مَنْ رَاءَى رَاءَى اللّٰهُ بِهِ)) (صحیح مسلم ۲۲۸۹/۴)

"جس نے اپنے عمل کی شہرت چاہی اللہ تعالیٰ اسے مشہور کر دیتے ہیں اور جس نے

اپنے عمل کا دکھلاوا اور اظہار چاہا اللہ تعالیٰ بھی اسے مشہور کر دیتے ہیں۔“ (۱)

اور جس شخص نے عبادت کی نیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق دونوں کی رضا کو مدنظر رکھا اس کا عمل بھی ضائع ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلاً أَشْرَكَ فِيهِ مَعِيَ غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَ شِرْكَهُ))(صحیح مسلم حدیث ۲۹۸۵)

”میں شرک کے معاملے میں ہر طرح کے شریکوں سے بے نیاز ہوں لہٰذا جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ میرے علاوہ کسی اور کو بھی شریک کیا' میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ (یعنی وہ عمل قبول نہیں کرتا بلکہ اس غیر کے لئے ہی چھوڑ دیتا ہوں کہ جس کی خاطر اس نے عمل کیا)“

اور جس انسان کی نیت ابتدائے عمل میں تو بالکل خالص تھی لیکن بعد میں اچانک

---

(۱) علماء کرام نے اس حدیث کے متعدد مفہوم بیان کیے ہیں (۱) جس نے نیک عمل لوگوں کو دکھلانے کی نیت سے کیا' اللہ تعالیٰ بھی اسے اس عمل کا ثواب دکھائیں گے تو سہی لیکن عطا نہیں کریں گے تاکہ وہ حسرت اور ندامت سے ہاتھ ملتا رہ جائے۔ (۲) جس نے عمل کے ذریعے شہرت چاہی' اللہ تعالیٰ اسے شہرت عطا کر دیں گے اور یہی اس کا ثواب ہے جو اسے دنیا میں مل گیا' آخرت میں اس کے لئے کچھ نہیں۔ (۳) جس نے اپنی طرف کوئی ایسا نیک عمل منسوب کیا جو اس نے کیا نہیں تو اللہ تعالیٰ اسے ذلیل و رسوا کر دیں گے اور اس کے جھوٹ کو ظاہر کر دیں گے۔ (۴) کوئی انسان لوگوں کی نظروں سے چھپ کر کوئی نیک کام کرتا تھا پھر اس نے لوگوں کے سامنے کرنا شروع کر دیا تاکہ لوگوں میں اس کی شہرت ہو اور لوگ اس کی تعریف کریں اللہ تعالیٰ بھی ایسے شخص کا بھید کھول دیتے ہیں اور لوگوں میں مشہور کر دیتے ہیں کیونکہ یہ شخص مخلص نہیں بلکہ ریاکار ہے۔ (۵) جس نے لوگوں کے دکھلاوے اور شہرت کے لئے عمل کیا تاکہ لوگ اس کی تعظیم کریں اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن تمام لوگوں کے سامنے اس کی ذلت و رسوائی کر دیں گے۔ (شرح نووی صحیح مسلم جلد ۱۸ صفحہ ۹۰ طبعۃ دارالکتب العلمیۃ' فیض القدیر شرح الجامع الصغیر/ عبدالرؤف المناوی جلد ۶ صفحہ ۱۹۱ طبعۃ دارالفکر بیروت' النہایۃ فی غریب الحدیث/ ابن الاثیر الجزری جلد ۲ صفحہ ۴۰۲)(مترجم)

اس میں ریاکاری پیدا ہو گئی' اگر تو وہ اس ریاکاری کو ناپسند سمجھتے ہوئے پوری محنت اور تگ و دو کے ساتھ اسے دور کرنے کی کوشش کرے تو اس کا وہ عمل صحیح اور درست ہے اور اگر وہ اس ریاکاری پر خوش اور دلی طور پر مطمئن ہو تو پھر اکثر علماء کے قول کے مطابق اس کا وہ عمل باطل ہے۔

بدشگونی یا بدفالی لینا:(۱)

کسی چیز کو دیکھ کر بدشگونی لینا حرام فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) بدشگونی سے مراد یہ ہے کہ کسی مخصوص چیز کے نظر آ جانے پر کام چھوڑ دینا یا ارادہ ترک کر دینا اس کے لئے عربی میں " طیرۃ " کا لفظ استعمال ہوا ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت کے لوگ پرندوں وغیرہ سے بدشگونی لیتے تھے۔ اسلام نے بدشگونی کو ایک باطل فعل قرار دیا اور واضح کیا کہ نفع و نقصان پہنچانے میں بدشگونی کی کوئی تاثیر نہیں' نفع و نقصان فقط ایک اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ جبکہ بدشگونی میں نفع و نقصان کو پرندوں وغیرہ کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے کہ اگر پرندہ دائیں طرف اڑے تو نفع ہو گا اور اگر بائیں طرف اڑے تو نقصان ہو گا اور یہ بدشگونی والا عقیدہ توکل علی اللہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں اللہ پر توکل ختم کر کے نفع و نقصان کی امیدیں پرندوں کے ساتھ وابستہ کر دی جاتی ہیں۔ افسوس کہ آج بھی اسلام کا دعویٰ کرنے والے بعض مسلمانوں میں اس قسم کے اعتقادات بدستور موجود ہیں۔ پاک و ہند میں اس بات کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ بعض شعبدہ باز مداری بازاروں' پارکوں تفریح گاہوں وغیرہ میں چند طوطے اور لفافوں میں بند خط نما کارڈ لیے کپڑا بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں اور لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کہ صرف پچاس پیسے ادا کر کے فال نکالیے اور اپنی قسمت کا حال معلوم کیجیے۔ چنانچہ جو شخص مداری کو اس کی اجرت پچاس پیسے ادا کرے تو مداری طوطے کو پنجرے سے نکال کر اس کی غذا دانہ وغیرہ اسے کھلاتا ہے اور پھر اس سدھائے ہوئے طوطے کو اپنے مخصوص اشاروں سے کسی ایک کارڈ کو اٹھا لانے کے لئے چھوڑتا ہے وہ طوطا اپنی چونچ کے ساتھ ایک ایک کارڈ کو پلٹتا ہے اور بالآخر درمیان میں سے کسی ایک کارڈ کو اٹھا کر مداری کے پاس لے آتا ہے اور مداری وہ کارڈ پڑھ کر سناتا ہے جس میں قسمت کی مختلف باتیں لکھی ہوتی ہیں مثلاً یہ کہ تمہاری شادی جلدی ہو گی' تمہارے مال میں برکت ہو گی .... وغیرہ

اس قسم کے شعبدہ بازوں کے پاس جا کر فال نکالنا حرام ہے کیونکہ ہر انسان کی قسمت تقدیر میں لکھی=

﴿ فَاِذَا جَائَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰی وَ مَنْ مَّعَهٗ .... ﴾ (سورۃ الاعراف/آیت ۱۳۱)

"سو جب ان (آل فرعون) پر کوئی خوشحالی آتی ہے (جیسے رزق کی فراوانی اور عمدہ صحت وغیرہ) تو وہ کہتے ہیں یہ تو ہمارا حق ہے ہمارے لیے ایسا ہونا چاہیے (یعنی شکر الٰہی کے بجائے یہ کہتے ہیں کہ یہ نعمتیں اور خوشحالی تو ہمارے حسن انجام اور ہماری محنت کا نتیجہ ہے) اور اگر ان پر کوئی آفت آتی ہے جیسے (قحط' مہنگائی' بدحالی وغیرہ) تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتاتے ہیں۔ (موسیٰ علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھیوں سے بدشگونی لیتے اور کہتے کہ یہ ساری آفت ہم پر فقط موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست سے آئی ہے)"[1]

= جا چکی ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا نہ تو مداری ہی مستقبل میں پیش آنے والی خبریں جانتے ہیں اور نہ مداریوں کے طوطے قسمت بدلنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ قسمت بدلنا اور علم غیب صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک کی صفت ہے اس صفت میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں اور یہ اعتقاد رکھنا کہ مداریوں کے طوطے بھی مستقبل کی قسمت بتا سکتے ہیں سراسر عقیدہ توحید کے منافی اور واضح ترین شرک ہے اور موجودہ زمانے میں علم و آگہی کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی اگر امت اسلام اپنی قسمت کو طوطوں اور مداریوں سے معلق کر دے تو پھر اس کے نصیب میں ذلت اور رسوائی کے علاوہ اور کیا ہوگا۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس امت کو عقیدہ توحید کی سمجھ عطا فرمائے۔(مترجم)

(۱) اسی آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کے بدشگونی والے اس فاسد عقیدے کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ (الاعراف/۱۳۱)

"خبردار! یاد رکھو کہ ان کی نحوست اور بدقسمتی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے لیکن ان کے اکثر لوگ (حقیقت حال) نہیں جانتے"

یعنی نحوست کا اصل سبب تو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور خیر و شر جو کچھ ان کو پہنچ رہا ہے تمام کا تمام اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور تقدیر کے مطابق ہے جو ان کے اعمال کے سبب ان کے حق میں لکھا جا چکا ہے=

عربوں میں جاہلانہ اعتقاد رائج تھا کہ جب وہ کسی کام مثلاً سفروغیرہ کا ارادہ کرتے تو پرندہ پکڑ کر ہوا میں چھوڑتے اگر وہ دائیں جانب اڑتا تو اس سے نیک شگون اور اچھی فال لیتے اور اپنا کام کر گزرتے' اور اگر وہ بائیں جانب اڑتا تو اس سے بدشگونی اور برا گمان لیتے ہوئے کام کا ارادہ ترک کر دیتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدشگونی کا شرعی حکم ایک حدیث میں یوں بیان فرمایا:

((اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ))(۱) "بدشگونی شرک ہے۔"(۲)

اسی طرح بعض مہینوں' دنوں' نمبروں' یا ناموں سے بدشگونی لینا بھی حرام ہے نیز عقیدہ توحید کے منافی ہے مثلاً صفر کے مہینے میں نکاح نہ کرنا۔(۳) ہر مہینے کی آخری بدھ کو ہمیشہ منحوس سمجھنا ہندسہ نمبر "۱۳" کو منحوس

= کسی کی نحوست کا اس میں کوئی دخل نہیں مگر جو عوام ہیں وہ تو خیر اور شر کو ظاہری اسباب کی طرف منسوب کر دیتے ہیں جس طرح قوم فرعون نے نحوست کو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی طرف منسوب کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہرگز ایسی بات نہیں ان کی نحوست کا اصل سبب تو اللہ کے علم میں ہے اور وہ ہے ان کا کفر نہ کہ موسیٰ اور ان کے ایمان دار ساتھی۔(مترجم)

(۱) مسند احمد ۳۸۹/۱' صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث ۳۹۵۵

(۲) بدشگونی کو شرک اس لیے قرار دیا کہ مشرکین عرب یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ان کا نفع و نقصان پرندے کی جہت پرواز پر منحصر ہے حالانکہ نفع و نقصان کا مالک تو صرف اللہ تعالیٰ ہے گویا نفع و نقصان کے حصول میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پرندوں کو بھی شریک بنا دیا تھا آج بھی بہت سے کمزور عقیدہ مردوں' عورتوں میں یہ شرکیہ وباء عام ہے مثلاً اگر صبح سویرے کوا گھر کی منڈیر پہ آ بیٹھے تو کہتے ہیں آج ضرور گھر میں کوئی مہمان آئے گا یا اگر کسی کو راستے میں بلی نظر آ جائے تو سفر کا ارادہ ترک کر دیتا ہے۔ یا اندھا آدمی نظر آ جائے تو دوکان نہیں کھولتا تو اس قسم کی سب چیزیں بدشگونی میں شامل ہیں جن کو شریعت نے حرام قرار دیا اور صرف ایک اللہ پر توکل کرتے ہوئے فقط اسی سے نفع و نقصان کی امید رکھنے کی تعلیم دی ہے۔(مترجم)

(۳) ہندو پاک کے بعض علاقوں میں جاہلانہ اعتقاد بدستور موجود ہے کہ لوگ محرم کے مہینے میں نکاح =

سمجھنا' مصیبت میں مبتلا کسی آفت زدہ شخص کو دیکھ کر بدشگونی لینا' مثلاً کوئی گھر سے دوکان کھولنے کے لئے نکلا اور راستے میں کسی کانے بھینگے شخص پر نگاہ پڑ گئی تو اس کو منحوس سمجھتے ہوئے واپس پلٹ آئے اور اس خوف سے کہ کہیں دوکانداری میں نقصان نہ ہو جائے اس روز دوکان ہی نہ کھولے۔

اس قسم کے سارے اعتقادات باطل' حرام' اور شرک ہیں اور نبی کریم ﷺ نے ایسے اعتقادات رکھنے والوں سے براءت اور لاتعلقی کا اعلان فرمایا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ وَلاَ تُطُيِّرَ لَهُ' وَلاَ تَكَهَّنَ وَلاَ تُكُهِّنَ لَهُ (وَ أَظُنُّهُ قَالَ) أَوْ سَحَرَ أَوْ سُحِرَلَهُ))(۱)

''جس نے بدشگونی لی یا جس کے لئے بدشگونی لی گئی' اور جس نے کہانت کی (عاملوں' نجومیوں کی طرح مستقبل کی غیبی خبریں جاننے کا دعویٰ کیا) یا جس کے لئے کہانت کی گئی (جو اپنی مرضی سے نجومیوں کے پاس خبریں معلوم کرنے گیا) (راوی حدیث فرماتے ہیں: میرا گمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا) جس نے جادو کیا یا جس کے لیے جادو کیا گیا (جو اپنی خوشی و رغبت کے ساتھ جادو کروانے کے لئے جادوگر

= کرنے کو بہت منحوس سمجھتے ہیں اور جو محرم کے مہینے میں لازمی ہی شادی کرنا چاہے اسے ڈراتے دھمکاتے ہیں کہ تمہارا نقصان ہو جائے گا تمہاری بارات کا راستے میں ایکسڈینٹ ہو جائے گا--- وغیرہ

اس قسم کے اعتقادات محض شیعہ حضرات کی مشہور کی ہوئی خرافات اور پراپیگنڈہ ہیں ان کی کوئی بھی شرعی حیثیت نہیں بلکہ یہ وہی بدشگونی والے جاہلانہ اعتقادات ہیں جنہیں مٹانے کے لئے اسلام آیا۔ اس لئے توحید کے پابند تمام صحیح العقیدہ مسلمانوں کو ان خرافات و بدعات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے اور جاہلیت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے اپنے سادہ لوح مسلمان بھائیوں کو اسلام کا سیدھا صاف و شفاف قرآن و حدیث والا راستہ دکھلانا چاہیے۔(مترجم)

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی جلد نمبر۱۸ صفحہ نمبر۱۶۲۔ صحیح الجامع الصغیر/البانی' حدیث نمبر۵۴۳۵۔

کے پاس گیا) ایسے تمام لوگوں کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔"

جو شخص بدشگونی' کہانت' جادو میں سے کسی چیز کا ارتکاب کر بیٹھے اور پھر توبہ کرنا چاہے تو اس کا کفارہ ایک حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ مِنْ حَاجَةٍ فَقَدْ اَشْرَكَ' قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَفَّارَةُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: أَنْ يَّقُوْلَ أَحَدُهُمْ: "اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُكَ وَلَا طَيْرَ اِلَّا طَيْرُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ"))(۱)

"جسے بدشگونی نے کسی کام سے واپس کر دیا (یعنی جس نے کسی کام کا ارادہ کیا لیکن بدشگونی لے کر اس کام سے رکا رہا) تو اس نے شرک کیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جو بدشگونی میں واقع ہو جائے اس کا کفارہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ یوں کہے۔ ((اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُكَ وَلَا طَيْرَ اِلَّا طَيْرُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ)) "اے اللہ بھلائی فقط تیری طرف سے ہے' اور انسان کو وہی آفت و نحوست پہنچتی ہے جو تو نے مقدر میں لکھی ہو اور تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

بدشگونی لینا بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے جو کسی میں کم کسی میں زیادہ ہوتی ہے اور اس کا سب سے بہترین علاج اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا ہے۔ جس طرح کہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((وَمَا مِنَّا اِلَّا (أی الَّا وَ يَقَعُ فِيْ نَفْسِهِ شَيْئٌ مِنْ ذٰلِكَ) وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ))(۲)

ہم میں سے ہر شخص کے دل میں بدشگونی کا کچھ نہ کچھ خیال ضرور پیدا ہو جاتا ہے لیکن اللہ

---

(۱) مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۲۰۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ / البانی۔ حدیث نمبر ۱۰۶۵۔

(۲) سنن ابی داوٗد حدیث نمبر ۳۹۱۰' سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ / البانی حدیث نمبر ۴۳۰۔

تعالیٰ اسے توکل کے ذریعے ختم کر دیتے ہیں۔ یعنی اگر کسی کے دل میں بدشگونی کا خیال پیدا ہو

جائے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس بدشگونی پر کوئی توجہ نہ دے اور اپنا کام کر گزرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے دل سے بدشگونی کا اثر مٹا دیتے ہیں اور محض خیال آنے پر اس کی گرفت نہیں فرماتے۔

غیراللہ کی قسم کھانا:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کی قسم کھائے اس کو پورا حق حاصل ہے لیکن مخلوق کے لئے غیراللہ کی قسم کھانا کسی صورت جائز نہیں۔ افسوس کہ غیراللہ کی قسم کھانا بہت سے لوگوں کی زبان پر چڑھا ہوا ہے۔ کسی چیز کی قسم کھانا اس کی تعظیم و بڑائی کی وجہ سے ہے اور چونکہ تعظیم و بڑائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی شان کے لائق ہے لہٰذا قسم بھی اسی کے نام کی اٹھانی چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلَا اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ))

(صحیح بخاری۔ دیکھئے فتح الباری جلد نمبر ۱۱ صفحہ نمبر ۵۳۰۔ صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۶۴۶)

"واضح رہے کہ ! اللہ تعالیٰ تمہیں باپ دادوں کی قسمیں کھانے سے منع کرتا ہے، جس شخص نے قسم کھانی ہو وہ فقط اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ))

(مسند احمد جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۲۵۔ صحیح الجامع الصغیر/البانی۔ حدیث نمبر ۶۲۰۴)

"جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا))

(ابوداؤد حدیث نمبر ۳۲۵۳۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ /البانی۔ حدیث نمبر ۹۴)

"جس نے امانت کی قسم کھائی اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔"[1]

لہٰذا کعبہ' امانت' بزرگی' مدد' فلاں کی برکت' فلاں کی زندگی' نبی کے رتبہ' ولی کے مقام' باپ دادا' ماں' اور اولاد کے سر وغیرہ کی قسم کھانا ناجائز اور حرام ہے اور جو ان میں سے کسی کی قسم کھا بیٹھے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه پڑھے اور یہ بات ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے یوں منقول ہے۔

((مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِیْ حَلَفِهٖ بِاللاَّتِ وَالْعُزّٰی فَلْیَقُلْ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه))[2]

"جس نے لات اور عزیٰ (مشرکین مکہ کے مشہور بت) کی قسم کھائی وہ (بطور کفارہ) لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهِ پڑھے یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔"

اور اسی سے ملتے جلتے متعدد ایسے شرکیہ الفاظ ہیں جو آج بعض مسلمانوں کی زبان پر عام ہیں مثلاً: میں اللہ کی اور تیری پناہ میں آتا ہوں--- میرا بھروسہ اللہ پر اور تجھ پر ہے--- یہ اللہ کی طرف سے اور تیری طرف سے ہے--- میرا اللہ کے سوا اور تیرے سوا کوئی سہارا نہیں--- آسمان میں اللہ میرا سہارا ہے اور زمین میں تو میرا سہارا ہے--- اگر اللہ اور فلاں شخص نہ ہوتا تو یوں اور یوں ہو جاتا---- [1] میں اسلام سے دستبردار ہوں--- فطرت نے چاہا ---- اے زمانے کی ناکامی۔

اسی طرح ہر وہ جملہ بولنا حرام ہے جس میں زمانے کو برا بھلا کہا گیا ہو مثلاً یہ کہنا کہ: یہ زمانہ

---

(۱) علامہ محمد عبدالرؤف المناوی نے اس حدیث کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ امانت سے مراد اللہ تعالیٰ کے فرائض ہیں جیسے نماز' روزہ' حج وغیرہ۔ اور چونکہ قسم صرف اللہ تعالیٰ کے ناموں اور صفات کی کھائی جا سکتی ہے جبکہ امانت اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں بلکہ اس کا امر ہے لہٰذا امانت کی قسم کھانا اسے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے برابر کرنے کے مترادف ہے اس لیے اسلام نے امانت کی قسم کھانے کو حرام قرار دیا ہے۔ (فیض القدیر/المناوی جلد ۶ صفحہ ۱۵۰)(مترجم)

(۲) صحیح بخاری۔ دیکھئے فتح الباری جلد نمبر ۱۱ صفحہ نمبر ۵۳۶

بہت برا ہے' یہ وقت بڑا منحوس ہے' زمانہ بڑا بے وفا ہے ---- وغیرہ۔ کیونکہ زمانے کو گالی اللہ

تعالیٰ پر پلٹ آتی ہے کہ جو زمانے کا خالق ہے ---- اسی طرح ہر وہ نام جس میں غیراللہ کی بندگی کا مفہوم پایا جائے مثلاً عبدالمسیح (مسیح کا بندہ)' عبدالرسول (رسول کا بندہ)' عبدالحسین (حسین کا بندہ) یہ سب الفاظ شرکیہ ہیں ان سے بچنا عقیدہ توحید کے لئے ضروری ہے۔

اسی طرح "اسلامی سوشلزم' اسلامی جمہوریت' عوام کا ارادہ اللہ کے ارادے سے ہے' دین اللہ کے لئے اور ملک سب کے لئے' عرب قوم کے نام پر' انقلاب اور شورش کے نام سے۔ یہ جدید اصطلاحات بھی عقیدہ توحید کے منافی ہیں۔

اور درج ذیل جملوں کا استعمال بھی ناجائز ہے مثلاً کسی انسان کو "شہنشاہوں کا شہنشاہ" یا اس سے ملتا جلتا کوئی دوسرا لفظ جیسے "قاضی القضاۃ (حاکموں کا حاکم)" کہے۔ کافر اور منافق کے لئے السید/ SIR "محترم" یا اس کے ہم معنی کسی دوسرے لفظ کو استعمال کرے (چاہے عربی زبان میں کہے یا کسی اور زبان میں) لفظ "لَوْ" بمعنی "اگر" کا استعمال کرے مثلاً یوں کہے "اگر میں یوں کرتا تو یوں نہ ہوتا" یا "اگر میں اس طرح نہ کرتا تو اس کا نتیجہ یوں ہوتا" کیونکہ لفظ "اگر" شیطان کا دروازہ کھولتا ہے اور مقدر میں لکھی ہوئی بات پر ناراضگی' افسوس' ندامت اور حسرت کو ظاہر کرتا ہے۔ یا یہ جملہ کہ "اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے" بھی درست نہیں۔ (کیونکہ دعاء میں پورا عزم اور وثوق مطلوب ہے)[1]

منافقوں اور فاسقوں سے محفل بازی کرنا:

بہت سے کمزور ایمان لوگ بعض بدکاروں' فاسقوں' فاجروں کی محفلیں سجاتے ہیں' بلکہ

---

(۱) ان جملوں میں اگر "اور" کی بجائے "پھر" کا لفظ بولا جائے تو درست ہوگا مثلاً یوں کہے "میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں پھر تجھ پر" ---- (ابن باز) اور مقصود اس سے یہ ہے کہ شرک کی طرف لے جانے والے تمام اسباب' ذرائع' اور الفاظ کا سدباب کر دیا جائے تاکہ انسان کا عقیدہ توحید ہر قسم کے دور و نزدیک کے شرکیہ شبہات سے محفوظ رہے۔(مترجم)

(۱) اس موضوع پر مزید وسعت کے لئے الشیخ بکر ابوزید کی کتاب "معجم المناھی اللفظیة" کا مطالعہ کیجیے۔

بعض اوقات تو اللہ تعالیٰ کی شریعت پر طنز و تنقید کرنے اور دین و اہل دین کا مذاق اڑانے والوں

کے ساتھ بھی برابر اٹھتے بیٹھتے' کھاتے پیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک حرام عمل ہے جو انسان کے عقیدے کو داغدار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اِذَا رَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْ اٰيَاتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ﴾ (سورة الانعام/آیت ۶۸)

"(اے پیغمبرؐ!) جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی اور نکتہ چینی کر رہے ہوں تو آپ ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ اس بات کو چھوڑ کر کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر کبھی شیطان آپ کو یہ نصیحت بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔"(۱)

مذکورہ بالا حالت میں ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور میل جول رکھنا کسی صورت جائز نہیں چاہے وہ کس قدر زیادہ گہرے اور قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں' ان کا قبیلہ و خاندان کس قدر مہربان' خوش مزاج ہی کیوں نہ ہو' اور ان کی زبانیں چاہے کس قدر میٹھی اور شیریں کیوں

---

(۱) اس آیت میں خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ سے ہے لیکن امت مسلمہ کا ہر فرد اس سے مخاطب ہے اس سے ہر وہ مجلس مراد ہے جہاں اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کا مذاق اڑایا جاتا ہو' دینداروں پر آوازے کسے جاتے ہوں' یا بدعتیوں مشرکوں کی محفلیں مراد ہیں جہاں بدعتی لوگ اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے لگ کر آیات الٰہی کو توڑ مروڑ کر پیش کر رہے ہوں۔ اگر کوئی شخص ان بدعتیوں کو ان حرکات سے باز نہیں رکھ سکتا تو کم از کم ان سے میل جول بھی تو نہ رکھے اور نہ ان کی محفلوں میں جائے اور خاص طور پر وہ شخص جو دینی علم سے ناواقف ہو اس کے حق میں یہ حکم زیادہ تاکیدی ہے تاکہ کہیں وہ اہل بدعت کے گمراہ کن شبہات اور فاسد تاویلات سے متاثر ہو کر دین حق سے ہاتھ نہ دھو بیٹھے۔ ہاں اگر وہ صاحب علم ہو اور کلمۃ الحق بلند کرنے نیز اہل بدعت کے باطل شبہات کا رد کرنے کی نیت سے شرکت کرے تو جائز ہے بصورت دیگر سخت گناہ اور عذاب الٰہی کا باعث ہے۔ (تفسیر احسن البیان/حافظ صلاح الدین یوسف- اشرف الحواشی/محمد عبدہ الفلاح) (انتخاب مترجم)

نہ ہوں۔ بہرحال ایسے ظالموں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا جائز نہیں۔ ہاں البتہ اگر کوئی ان کو نصیحت

کرنے دین حق کی دعوت ان تک پہنچانے' یا ان کی باطل تاویلات اور فاسد شبہات کا رد کرنے کی نیت سے ان کی محفلوں میں شرکت کرے تب اس میں کوئی حرج نہیں لیکن وہاں جا کر حق بات سے بالکل خاموشی اختیار کرنا بلکہ اس کے برعکس اپنی خوشی و رضا کا اظہار کسی صورت درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لاَ يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِيْنَ ﴾ (سورة التوبة/آیت ۹۶)

"اگر تم ان منافقوں سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تو ایسے شریر بدکار لوگوں سے راضی نہیں ہو سکتا۔[1] (کیونکہ انہوں نے اطاعت الٰہی سے فرار کا راستہ اختیار کیا ہے۔"

نماز میں عدم اطمینان:

سب سے بڑا چوری کا جرم یہ ہے کہ انسان نماز کی چوری کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَةً الَّذِيْ يَسْرِقُ مِنْ صَلاَتِهِ. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَ كَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلاَتِهِ؟ قَالَ: لاَ يُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلاَ سُجُوْدَهَا))[2]

"سب سے بدترین چور وہ ہے جو نماز کی چوری کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! نماز کی وہ کیسے چوری کرتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز کے رکوع اور سجدوں کو مکمل طریقے سے ادا نہیں کرتا۔ (یہ نماز کی چوری ہے)

---

(۱) اس میں اشارہ ملتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے کسی صورت بھی منافقوں' شریروں' بدکاروں' فاسقوں' فاجروں سے راضی ہونا جائز نہیں اور نہ ہی ان سے دلی دوستی اور محبت کی پینگیں بڑھانا درست ہے۔ (مترجم)

(۲) مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۱۰' صحیح الجامع الصغیر/البانی۔ حدیث نمبر ۹۹۷

دوران نماز عدم اطمینان، رکوع اور سجدے میں پشت کو برابر نہ کرنا، رکوع سے اٹھنے کے بعد پیٹھ سیدھی نہ کرنا، دو سجدوں کے درمیان مطمئن ہو کر سیدھا نہ بیٹھنا یہ ساری باتیں آج اکثر نمازیوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اور شاید ہی آپ کو کوئی ایسی مسجد ملے جو اس قسم کے نمازیوں سے خالی ہو۔ اکثر مسجدوں میں عدم اطمینان اور عدم خشوع والے نمازیوں کے کئی نمونے آپ کو ملیں گے۔ حالانکہ نماز میں مکمل توجہ، اطمینان، سکون، وقار یہ نماز کا رکن ہے جس کے بغیر کسی کی نماز درست نہیں ہوتی اور اس معاملے میں تساہل حد درجہ خطرناک ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُجْزِئُ صَلَاةُ الرَّجُلِ حَتّٰی يُقِيمَ ظَهْرَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ))

(سنن ابی داؤد جلد نمبر ۱ صفحہ ۵۳۳۔ صحیح الجامع الصغیر / البانی حدیث نمبر ۷۲۲۴)

"جب تک آدمی رکوع اور سجدے میں اپنی پشت کو سیدھا نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی۔"

نماز میں عدم اطمینان اور رکوع اور سجدے میں پشت کو سیدھا نہ کرنا یقیناً ایک ناپسندیدہ فعل ہے اور ایسا نمازی زجر و توبیخ اور سزا کا مستحق ہے۔

حضرت ابو عبداللہ الاشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی پھر چند صحابہ کرام کے درمیان بیٹھ گئے اتنے میں ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھنی شروع کی دوران نماز وہ جھکتا اور سجدے میں کوے کی طرح ٹھونگے مارتا (یعنی سجدے میں سر رکھتے ہی فوراً اٹھا لیتا جس طرح کوا کھانے والی چیز میں جلدی جلدی چونچ مارتا ہے) نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا:

((أَتَرَوْنَ هٰذَا؟ مَنْ مَاتَ عَلٰى هٰذَا مَاتَ عَلٰى غَيْرِ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ يَنْقُرُ صَلَاتَهُ كَمَا يَنْقُرُ الْغُرَابُ الدَّمَ، إِنَّمَا مَثَلُ الَّذِي يَرْكَعُ وَيَنْقُرُ فِي سُجُودِهِ كَالْجَائِعِ لَا يَأْكُلُ إِلَّا التَّمْرَةَ وَالتَّمْرَتَيْنِ فَمَاذَا تُغْنِيَانِ عَنْهُ))

(صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۳۳۲۔ نیز دیکھئے صفۃ صلاۃ النبی / البانی صفحہ نمبر ۱۳۱)

"اسے دیکھ رہے ہو؟ جو شخص اس طریقے پر (نماز پڑھتا) مر گیا وہ محمدی طریقے کو

چھوڑ کر کسی دوسرے طریقے پر مرا- وہ نماز میں اس طرح چونچ مارتا ہے جیسے کوا خون میں چونچ مارتا ہو- جو شخص رکوع اور سجدے میں جلدی جلدی کوے کی طرح ٹھونگیں مارتا ہے اس کی مثال اس بھوکے کی مانند ہے جو صرف ایک یا دو کھجوریں ہی کھائے- بھلا وہ اس کا پیٹ بھریں گی؟"

جناب زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو نماز میں رکوع اور سجدہ اچھے طریقے سے نہیں کر رہا تھا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا:

((مَا صَلَّیْتَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰی غَیْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِیْ فَطَرَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ)) (صحیح بخاری، دیکھئے فتح الباری جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۷۴)

"تو نے نماز پڑھی ہی نہیں اور اگر تو اسی حالت میں مر گیا تو تیری موت محمدی فطرت (دین اسلام) پر نہ ہوگی-"

نماز میں اطمینان و سکون کا لحاظ نہ رکھنے والے شخص کو جونہی مسئلے کا علم ہو جائے تو جس نماز کا وقت ابھی باقی ہو اسے دہرا لینا چاہئے اور عدم اطمینان والی گزشتہ فرض نمازیں جو گزر چکیں انہیں دہرانے کی ضرورت نہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور سچی توبہ کرے-

نماز اور کثرت حرکات:

دوران نماز بیہودہ افعال اور کثیر حرکتیں ایسی آفت ہے جس سے بہت ہی کم نمازی محفوظ رہے ہوں گے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل نہیں کرتے جس میں کہا گیا ہے:

﴿ .... وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِیْنَ ﴾ (سورة البقرة/آیت ۲۳۸)

"اور (نماز کی حالت میں) اللہ تعالیٰ کے سامنے باادب کھڑے رہو-"

اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی پر کان نہیں دھرتے جس میں بتایا گیا ہے کہ:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ﴾ (سورة المومنون/آیت ۱-۲)

"یقیناً ایسے مومنوں نے نجات حاصل کر لی جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں- یعنی

ظاہری اعضاء اور دل کی یکسوئی سے نماز میں توجہ کرتے ہیں۔"
دوران نماز ان کے دل میں خوف و ہیبت طاری ہوتا ہے اور ان کے ظاہری اعضاء بھی پر سکون ہوتے ہیں وہ نہ تو داڑھی وغیرہ سے کھیلتے اور نہ ادھر ادھر جھانکتے ہیں بلکہ ان پر خوف و خشیت کی ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے جیسے عام طور پر کسی بادشاہ یا کسی بڑے شخص کے سامنے ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اگر زمین ہموار نہ ہونے کی وجہ سے سجدہ کرنے میں دقت پیش آئے تو سجدہ کی خاطر پیشانی رکھنے کے لئے مٹی کو برابر کیا جا سکتا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَمْسَحْ وَ اَنْتَ تُصَلِّي فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً تَسْوِيَةَ الْحَصٰى)) (۱)

"دوران نماز مٹی وغیرہ کو سیدھا نہ کرو۔ اگر بہت ہی ضروری ہو تو صرف ایک مرتبہ کنکریاں برابر کر سکتے ہو (تاکہ پیشانی رکھنے کے لئے جگہ ہموار ہو جائے)"

علماء کرام نے ذکر کیا ہے کہ بغیر ضرورت مسلسل کثیر حرکتیں کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے جو لوگ دوران نماز بے مقصد حرکات کرتے ہیں کبھی ٹائم دیکھتے ہیں' کبھی کپڑوں کو ٹھیک کرتے ہیں' کبھی انگلی ناک میں ڈالتے ہیں' کبھی اپنی نگاہ کو دائیں بائیں گھماتے ہیں' اوپر نیچے دیکھتے ہیں' اور ان کے دل میں اللہ کا ڈر پیدا نہیں ہوتا کہ ان کی اس حرکت کی وجہ سے کہیں ان کی بینائی نہ اچک لی جائے یا شیطان موقع پا کر ان کی نماز کا کچھ حصہ نہ لوٹ لے جائے۔

دوران نماز مقتدی کا امام سے سبقت کرنا:

جلد بازی انسان کی فطرتی خصلت ہے۔

---

(۱) ابوداؤد جلد نمبر۱ صفحہ نمبر۵۸۱۔ صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث نمبر۷۴۵۲۔ (اس حدیث کی اصل صحیح مسلم میں حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔(شیخ ابن باز))

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴾ (سورة بنی اسرائیل / آیت ۱۱)

"اور انسان بڑا جلد باز ہے"

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلتَّأَنِّیْ مِنَ اللّٰهِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ))[۱]

"سلیقے سے کام انجام دینا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوتا ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔"

نماز باجماعت کے دوران آدمی اکثر مشاہدہ کرتا ہے کہ اس کے دائیں بائیں کھڑے متعدد نمازی رکوع، سجدے، تکبیرات اور حتیٰ کہ سلام پھیرنے میں بھی امام سے آگے بڑھ جاتے ہیں اور بسا اوقات تو یہ مخالفت وہ خود اپنے بارے میں خیال کرتا ہے اور بہت سے نمازی امام سے سبقت کو بہت معمولی خیال کرتے ہوئے اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے حالانکہ ایک صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق بہت ہی سخت وعید منقول ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَمَا يَخْشَى الَّذِيْ يَرْفَعُ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يُّحَوِّلَ اللّٰهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ))[۲]

"جو شخص اپنے سر کو (رکوع اور سجدے میں) امام سے پہلے اٹھا لیتا ہے کیا وہ ڈرتا نہیں کہ کہیں اللہ اس کے سر کو گدھے کے سر جیسا نہ بنا دیں۔"

اگر نمازی سے یہ مطلوب ہے کہ وہ نماز پڑھنے کے لئے سکون اور وقار سے چل کر آئے تو دوران نماز کس قدر سکون اور وقار مطلوب نہ ہو گا اس کا اندازہ ہر عقلمند آدمی بخوبی کر سکتا ہے۔ امام سے پہل کرنے اور پیچھے رہنے کا مفہوم بعض لوگوں کے نزدیک بہت خلط ملط ہو گیا ہے ایسے لوگوں کو جاننا چاہیئے کہ فقہاء کرام نے اس کے متعلق ایک سنہری قاعدہ بیان

---

(۱) سنن الکبریٰ للبیہقی / جلد نمبر ۱۰ صفحہ ۱۰۴، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ / البانی۔ حدیث نمبر ۱۷۹۵

(۲) صحیح مسلم جلد نمبر ۱ صفحہ ۳۲۰-۳۲۱

فرمایا ہے۔

قاعدہ:

مقتدی کو چاہیے کہ اس وقت حرکت شروع کرے جب امام کی اللہ اکبر ختم ہو یعنی جو نہی امام کی زبان سے اللہ اکبر کی راء ختم ہو مقتدی فوراً ہی اپنے امام کی پیروی میں قیام رکوع، سجدے وغیرہ کے لئے حرکت کرے۔ امام کے اللہ اکبر ختم کرنے سے نہ پہل کرے اور نہ تاخیر کرے اس طرح سے معاملہ بڑے صحیح طریقے سے چلے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء و اتباع میں انتہائی درجہ حریص تھے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

((اِنَّھُمْ کَانُوْا یُصَلُّوْنَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكُوْعِ لَمْ أَرَاَحَدًا یَحْنِیْ ظَھْرَهُ حَتّٰی یَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَبْھَتَهُ عَلَی الاَرْضِ ثُمَّ یَخِرُّ مَنْ وَرَائَهُ سُجَّدًا))

(صحیح مسلم / حدیث ۴۷۴۔ طبعتہ محمد فواد عبدالباقی)

"صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھا کرتے تھے جب آپ رکوع سے سر اٹھا لیتے اور اپنی پیشانی مبارک کو سجدے میں نہ رکھ دیتے اس وقت تک کوئی صحابی بھی سجدے میں جانے کے لئے اپنی کمر کو نہ جھکاتا۔ آپ کے بعد صحابہ کرام سجدے میں جاتے۔"

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑھاپے کی عمر کو پہنچے اور آپ کی جسمانی حرکات میں کسی قدر کمزوری اور ڈھیل پیدا ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقتدیوں کو متنبہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی قَدْ بَدَّنْتُ فَلاَ تَسْبِقُوْنِی بِالرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ))[1]

---

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۹۳۔ شیخ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے ان کی کتاب "ارواء الغلیل ۲/۲۹۰

"اے لوگو! میرا جسم کسی قدر بھاری ہو گیا ہے لہٰذا رکوع اور سجدے کرنے میں مجھ سے پہل نہ کرو۔"

امام کو بھی چاہیے کہ جب وہ نماز پڑھائے تو اللہ اکبر کہنے میں حد درجہ سنت کی پیروی کرے جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ .... ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِىْ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَاسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِى الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتّٰى يَقْضِيَهَا، وَ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ))

(صحیح بخاری/ حدیث۷۵۶)

"رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سیدھے کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہتے، پھر رکوع میں جاتے وقت اللہ اکبر کہتے........... پھر سجدے کے لئے جھکتے وقت اللہ اکبر کہتے پھر سجدے سے سر اٹھاتے وقت اللہ اکبر کہتے پھر (دوسرا) سجدہ کرتے وقت اللہ اکبر کہتے پھر (دوسرے) سجدے سے سر اٹھاتے وقت اللہ اکبر کہتے، پھر نماز ختم ہونے تک باقی تمام رکعات میں بھی اسی طرح ہی کرتے۔ اور (تین یا چار رکعات والی نماز میں) دو رکعتوں سے فارغ ہو کر (تیسری کے لئے) اٹھتے وقت بھی اللہ اکبر کہتے۔"

اگر امام ایک حالت سے دوسری حالت میں حرکت کرتے وقت متصل ساتھ ہی تکبیر کہے اور مقتدی بھی گزشتہ بیان کردہ کیفیت کی پابندی کریں تو نماز میں تمام جماعت کا معاملہ درست ہو سکتا ہے۔

بدبودار چیز کھا کر مسجد آنا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا بَنِىْ آدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ....﴾ (سورۃ الأعراف/ آیت ۳۱)

"اے اولاد آدم! تم ہر مسجد میں حاضری کے وقت زیب و زینت کر لیا کرو۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَكَلَ ثُوْمًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا. أَوْ قَالَ: فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِيْ بَيْتِهِ)) (

صحیح بخاری/ دیکھئے فتح الباری ۳۳۹/۲)

"جس نے (کچا) پیاز یا لہسن کھایا وہ ہم سے علیحدہ رہے یا آپ ﷺ نے یوں فرمایا کہ وہ ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر میں ہی بیٹھا رہے۔"

صحیح مسلم کی ایک حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

((مَنْ أَكَلَ الْبَصَلَ وَالثُّوْمَ وَالْكُرَّاثَ فَلاَ يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَإِنَّ الْمَلاَئِكَةَ تَتَأَذّٰى مِمَّا يَتَأَذّٰى مِنْهُ بَنُوْ آدَمَ)) (صحیح مسلم ۳۹۵/۱)

"جس شخص نے پیاز، لہسن، گندنا[1] کھایا ہو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ پھٹکے کیونکہ جن چیزوں سے انسان تکلیف محسوس کرتے ہیں انہی بدبودار چیزوں سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔"

امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ جمعۃ المبارک کا خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

(۱) گندنا سے مراد ایک بدبودار قسم کی سبزی ہے جس کی بعض قسمیں پیاز اور بعض لہسن کے مشابہ ہوتی ہیں اور بعض کے نسرے نہیں ہوتے جسے عربی میں اَلْکُرَّاث کہتے ہیں اور اس کی واحد کَرَّاثَةٌ ہے۔ (المنجد عربی اردو صفحہ نمبر۸۶۹، القاموس المحیط صفحہ نمبر۲۲۳، مختار الصحاح للرازی صفحہ نمبر۳۶۰)

"المعجم الوسیط" میں اس کی مزید تفصیل یوں لکھی ہے کہ الکُرَّاث سے مراد ایک قسم کا لمبی شاخوں والا پودا ہے جو سفید سوسن یا چنبیلی کی اقسام سے ہے اس کے پتے پھیلے ہوئے وسیع لیکن غیر چوڑے ہوتے ہیں اس کی زمینی شاخوں میں پیاز اُگتا ہے، اس پودے کے درمیان بہت زیادہ پھولوں والا ایک گچھہ ہوتا ہے اور یہ پودا سخت بدبودار ہوتا ہے۔ (المعجم الوسیط صفحہ ۷۸۲ طبعۃ دارالدعوۃ/استانبول۔ نیز دیکھئے "لسان العرب جلد نمبر۲ ص ۸۰ طبعۃ دار صادر بیروت) (مترجم)

((ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ تَأْكُلُوْنَ شَجَرَتَيْنِ لاَ أَرَاهُمَا إِلاَّ خَبِيْثَتَيْنِ هٰذَا الْبَصَلَ وَالثُّوْمَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَجَدَ رِيْحَهُمَا مِنَ

الرَّجُلِ فِي الْمَسْجِدِ أَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ إِلَى الْبَقِيعِ فَمَنْ أَكَلَهَا فَلْيُمِتْهُمَا طَبْخًا))

(صحیح مسلم/ ۱/ ۳۹۶)

"اے لوگو! تم دو بدبودار درخت پیاز اور لہسن کھاتے ہو جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اگر آپ مسجد میں کسی آدمی سے پیاز اور لہسن کی بدبو پاتے تو اسے مسجد سے نکلوا دیتے اور (مسجد نبوی سے کچھ فاصلے پر) بقیع نامی جگہ کی طرف چلے جانے کا حکم دیتے لہٰذا جو شخص پیاز اور لہسن کھانا چاہے تو اسے پکا کر بدبو ختم کر کے کھائے۔"

اور اسی سے ملتا جلتا ایک مکروہ عمل یہ بھی ہے کہ بعض لوگ اپنے کام کاج' ڈیوٹی وغیرہ سے فارغ ہونے کے فوراً بعد مسجد میں داخل ہو جاتے ہیں جبکہ ان کی بغلوں اور جرابوں وغیرہ سے گندی بدبو پھوٹ رہی ہوتی ہے۔[1] اور اس سے بھی بدتر یہ کہ بعض سگریٹ نوشی کرنے کے فوراً بعد ہی مسجد میں داخل ہو جاتے ہیں اور اس طرح وہ اللہ کے عبادت گزار نمازیوں اور فرشتوں کے لئے تکلیف کا سبب بنتے ہیں۔

---

(۱) اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ڈیوٹی کے دوران جس کا جسم اور کپڑے گندے ہوں اسے فرض نماز معاف ہو جاتی ہے۔ حاشا وکلا! بلکہ دن اور رات میں پانچ نمازیں ہر بالغ' عاقل' مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہیں۔ محض گندے کپڑوں کا بہانہ بنا کر نماز چھوڑ دینا' یا نماز کو وقت سے لیٹ کر کے پڑھنا یا نماز کو مسجد میں جا کر باجماعت ادا کرنے کی بجائے تنہا ادا کرنا کسی صورت جائز نہیں۔ اگر آسانی سے غسل کرنا اور صاف ستھرے کپڑے پہن کر مسجد میں آنا میسر ہو تو یہ افضل ہے اور اگر ڈیوٹی کے دوران ایسا کرنا ناممکن ہو تو پھر انہی ڈیوٹی والے کپڑوں میں نماز پڑھ لے بشرطیکہ وہ ناپاک نہ ہوں لیکن نماز کو وقت سے لیٹ نہ کرے کیونکہ کپڑوں کا گندا ہونا اور ناپاک ہونا ان دونوں میں فرق ہے ناپاک سے مراد یہ ہے کہ کپڑوں پر ناپاکی لگی ہو اور اگر محض کارخانے وغیرہ میں کام کرنے کی وجہ سے کپڑے گندے ہو گئے ہوں تو ان میں نماز ہو جاتی ہے۔ (مترجم)

زنا

عزت اور نسل کی حفاظت چونکہ شریعت کے اہم مرکزی اور بنیادی مقاصد ہیں اس لیے شریعت میں زنا کو حرام قرار دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيْلًا ﴾

(سورۃ بنی اسرائیل/ آیت ۳۲)

"خبردار! زنا کے قریب بھی مت جاؤ' یقیناً زنا بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے"

اسلام نے نگاہ نیچی رکھنے اور عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم دے کر' نیز کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں علیحدگی کو حرام قرار دے کر زنا تک پہنچانے والے تمام اسباب اور راستوں کو بھی بند کر دیا ہے۔

شادی شدہ زانی کو سب سے سخت اور سنگین سزا سنائی گئی ہے کہ اسے پتھر مار مار کر روح نکلنے تک سنگسار کیا جائے تاکہ وہ اپنے کیے ہوئے گناہ کا برا انجام چکھے اور اس کے جسم کا ہر حصہ جس طرح حرام سے لطف اندوز ہوا تھا اسی طرح سزا بھی برداشت کرے۔

اور غیر شادی شدہ [1] زانی کو سو کوڑے مارے جائیں۔ شرعی حدود میں کوڑوں کی یہ سب سے زیادہ سزا ہے جو زانی کے لئے مقرر کی گئی ہے علاوہ ازیں مومنوں کی ایک بھاری جماعت کا مشاہدہ کرنا اور مکمل ایک سال تک اپنے ملک سے جلا وطن کیا جانا یہ اس کے لئے اور بھی زیادہ ذلت' رسوائی' بدنامی' شرمندگی اور عار کا سبب بنتا ہے۔

زانی مردوں اور عورتوں کے لئے مرنے کے بعد سے لے کر قیامت تک برزخی زندگی میں یہ سزا تیار کی گئی ہے کہ انہیں ننگا کر کے ایک ایسے تندور میں ڈالا جائے گا جو اوپر سے تنگ

---

(۱) جس نے اپنی گزشتہ زندگی میں صحیح شرعی نکاح کے ذریعے عورت سے جماع نہ کیا ہو۔ (مؤلف)

اور نیچے سے کشادہ ہو گا جب اس تندور کے نیچے سے آگ جلائی جائے گی تو وہ چیخیں گے اور آگ کے شعلے انہیں بلند کر کے تندور کے اوپر والے سرے تک پہنچا دیں گے اور قریب ہو گا کہ وہ تندور سے باہر جا گریں لیکن جونہی آگ ہلکی ہو گی وہ دوبارہ تندور کے نچلے حصے میں آ پہنچیں گے اور انہیں قیامت تک یہی عذاب ہوتا رہے گا۔

اور اگر کوئی عمر رسیدہ شخص جو قبر کے دہانے تک پہنچ چکا ہو اور اللہ کی طرف سے اسے لمبی زندگی کی مہلت بھی ملی لیکن اس بڑھاپے کی عمر میں بھی وہ زنا سے باز نہ آیا تب تو معاملہ نہایت ہی بدترین اور حد درجہ قابل مذمت ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

((ثَلاَثَةٌ لاَ يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ يُزَكِّيهِمْ وَلاَ يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: شَيْخٌ زَانٍ وَ مَلِكٌ كَذَّابٌ وَ عَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ))

(صحیح مسلم ۱/۱۰۲-۱۰۳)

"تین قسم کے آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (غصے اور ناراضگی کی وجہ سے) نہ تو گفتگو کرے گا' نہ انہیں پاک کرے گا' اور نہ ہی ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا۔ بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہو گا۔ (۱) بوڑھا زانی (۲) جھوٹا بادشاہ (۳) متکبر فقیر"

زانیہ عورت کی کمائی جسے وہ زنا کے ذریعے حاصل کرے سب سے بدترین کمائی ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ اپنی شرمگاہ کی کمائی کھانے والی زانیہ عورت اس اہم ترین وقت میں دعا کی قبولیت سے محروم کر دی جاتی ہے کہ جب آدھی رات کو آسمان کے دروازے دعا مانگنے والوں کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث ۲۹۷۱)

تنگ دستی اور فقیری کو عذر بنا کر اللہ کی حدود کو پامال کرنا یہ ہرگز کوئی قابل قبول عذر نہیں ہے۔ اور پرانے زمانے میں کسی نے سچ کہا ہے کہ "شریف عورت بھوکی تو رہ سکتی ہے لیکن

اپنے پستانوں کی کمائی [1] نہیں کھاتی چہ جائیکہ وہ اپنی شرمگاہ کی کمائی کھائے!

آج موجودہ دور میں بے حیائی کا ہر دروازہ کھول دیا گیا ہے شیطان نے مکر و فریب اور اپنے چیلوں کے ذریعے زنا کا راستہ نہایت ہموار کر دیا ہے اور بہت سے گنہگار' فاسق' فاجر لوگ مکمل طور پر شیطان کے پیچھے چل پڑے ہیں جس کے نتیجے میں بے پردگی' حرام نظریں' عورتوں مردوں کا اختلاط' بے حیائی پھیلانے والے اخبارات اور رسالے' فحش فلمیں' اور ایسے ملکوں کی طرف سفر اختیار کرنا عام ہو گیا ہے جو ملک زنا اور فحاشی کے اڈے سمجھے جاتے ہیں' اور بدکاری کی تجارت کرنے والے بازار گرم ہیں۔ عزتوں کی پامالی' حرام بچوں کی کثرت' اسقاط حمل کے ذریعے بچوں کا قتل بہت بڑھ گیا ہے۔

اے اللہ ہم تجھ سے تیری رحمت' کرم نوازی' پردہ پوشی' اور عزت و پاک دامنی کا سوال کرتے ہیں جس کے ذریعے تو ہمیں بے حیائی سے محفوظ رکھ۔ ہمارے دلوں کو پاک کر' اور ہماری شرمگاہوں کو محفوظ فرما اور ہمارے اور حرام کاموں کے درمیان رکاوٹیں کھڑی فرما۔

غلام بازی:

قوم لوط کا جرم یہ تھا کہ وہ لڑکوں کے ساتھ اپنی جنسی خواہش پوری کرتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ○ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ وَ تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ .... ﴾ (سورۃ العنکبوت/ آیت ۲۸-۲۹)

---

(۱) پستانوں کی کمائی کھانے کا مطلب ہے کہ کسی کے بچے کو دودھ پلا کر رزق حاصل کرنا یہ اگرچہ جائز ہے لیکن کوئی قابل احترام پیشہ نہیں دودھ پلانے اور زنا کی کمائی کھانے کے درمیان زمین و آسمان کا سا فرق ہے فافہم و تدبر (ابو عبدالرحمٰن)

"حضرت لوط علیہ السلام کا بھی ذکر کرو جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم تو اس بدکاری پر اتر آئے ہو جسے تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہیں کیا۔ کیا تم مردوں کے پاس بدکاری کے لئے آتے ہو اور راستے بند کرتے ہو (مسافروں کو لوٹتے یا ان سے بدکاری کرتے ہو) اور اپنی عام مجلسوں میں بھی بے حیائی کے کام کرتے ہو؟"

اس خطرناک جرم کی بدی اور قباحت کے سبب قوم لوط کو اللہ تعالیٰ نے چار مختلف قسم کی سزائیں دیں۔ (۱) ان کی بینائی ختم کر دی (۲) بستی کو الٹا دیا (۳) ان پر کنکریلے تہہ بہ تہہ پتھروں کی بارش کی (۴) چیخ کا عذاب بھیجا۔

یہ چاروں عذاب قوم لوط کے علاوہ اور کسی قوم پر اللہ تعالیٰ نے اکھٹے نازل نہیں فرمائے۔ اسلامی شریعت میں صحیح قول کے مطابق غلام بازی کرنے والے اور کروانے والے کا حکم یہ ہے کہ ان دونوں کو تلوار سے قتل کر دیا جائے۔ بشرطیکہ مفعول خوشی اور رغبت سے یہ کام کروانے پر راضی ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ وَجَدْتُّمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوْا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهٖ))[1]

"جسے تم قوم لوط کی طرح بدکاری کرتے پاؤ تو فاعل اور مفعول (کرنے والے اور کروانے والے) دونوں کو قتل کر دو۔"

زنا اور لواطت جیسی بدکاریوں کی وجہ سے آج ہمارے زمانے میں مختلف قسم کے طاعون' ایڈز' اور طرح طرح کی لاعلاج بیماریاں پیدا ہو چکی ہیں جو کہ ہم سے پہلے لوگوں میں موجود نہیں تھیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت نے بدکاری کی اس قدر سخت ترین سزا جو مقرر کی ہے اس کے اندر کس قدر حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

---

(۱) مسند احمد ۱/۳۰۰۔ صحیح الجامع الصغیر/ البانی حدیث نمبر ۶۵۶۵

بیوی کا ہمبستری سے انکار:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا دَعَا الرَّجُلُ اِمْرَاتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ)) (صحیح بخاری شریف- دیکھئے فتح الباری شرح صحیح بخاری ۳۱۴/۶)

"جب شوہر اپنی بیوی کو ہمبستری کے لئے بلائے اور بیوی انکار کر دے اور شوہر اپنی بیوی پر ناراضگی کی حالت میں ہی ساری رات گزار دے تو ایسی عورت پر صبح ہونے تک فرشتے لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔"

بہت سی عورتیں ایسی ہیں اگر ان کا اپنے شوہر سے کسی معاملے میں اختلاف ہو جائے تو وہ۔ بزعم خود۔ خاوند کو بطور سزا ہمبستری کے لئے اپنے قریب نہیں آنے دیتیں جس سے خاوند کے زنا میں مبتلا ہونے جیسی عظیم خرابیاں پیدا ہوتی ہیں بلکہ بسا اوقات تو معاملہ عورت کے لئے الٹ پڑ جاتا ہے خاوند سنجیدگی سے دوسری شادی کے لئے سوچنا شروع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے بجائے خاوند کو سزا دینے کے وہ خود سزا پا لیتی ہے۔

اس لیے عورت کو چاہئے کہ جب بھی خاوند اسے جماع کے لئے طلب کرے فوراً اس کی حاجت کو پورا کرے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی تعمیل ہو جائے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا دَعَا الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَلْتُجِبْ وَ إِنْ كَانَتْ عَلَى ظَهْرِ قَتَبٍ))[1]

---

(۱) زوائد البزار ۱۸۱/۲، صحیح الجامع الصغیر/ البانی حدیث ۵۴۷

دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ وَ إِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ")) (سنن النسائی و سنن الترمذی بحوالہ صحیح الجامع الصغیر ۵۳۴)

"جب مرد ضرورت پوری کرنے کے لئے اپنی بیوی کو بلائے تو اسے فوراً حاضر ہو جانا چاہیے خواہ وہ تندور پر (روٹی لگا رہی ہو) ہو۔" (اضافہ از ابو عبدالرحمٰن)

"جب شوہر اپنی بیوی کو ہمبستری کے لئے بلائے تو عورت پر واجب ہے کہ فوراً خاوند کی بات مان لے چاہے وہ اونٹ کے کجاوے پر ہی کیوں نہ سوار ہو۔"

اور شوہر کو بھی چاہیے کہ اگر اس کی بیوی بیمار یا حاملہ یا کسی غم و پریشانی سے دوچار ہو تو ان حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے بیوی کو ہمبستری پر مجبور نہ کرے تاکہ ان کے درمیان محبت و اتفاق برقرار رہے اور کسی قسم کا اختلاف نہ پھوٹنے پائے۔

عورت کا طلاق طلب کرنا:

بہت سی عورتیں اپنے شوہروں سے معمولی اختلاف کی بناء پر یا حسب خواہش مال نہ ملنے کی وجہ سے طلاق طلب کرنے میں بہت جلد بازی کرتی ہیں اور بسا اوقات بعض رشتہ داروں' یا گھروں کو اجاڑنے والی سہیلیوں اور پڑوسیوں کے اکسانے پر عورت یہ حرکت کرتی ہے اور کبھی اعصاب کو برانگیختہ کرنے والی باتیں بول کر اپنے خاوند کو چیلنج کرتی ہے۔ مثلاً یہ کہ اگر تم واقعی مرد ہو تو مجھے طلاق دے دو۔ اور یہ بات سبھی کے علم میں ہے کہ طلاق کی وجہ سے خاندان کی تباہی اور اولاد کی آوارگی جیسی عظیم خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور طلاق لینے کے بعد عورت اس وقت پچھتاتی ہے کہ جب پچھتانا بالکل بے سود ہوتا ہے۔ انہی اسباب کی بناء پر شریعت نے (بغیر عذر) طلاق طلب کرنے کو حرام قرار دیا جس سے شریعت کی حکمت ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ مِنْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ)) (۱)

"جس عورت نے بغیر کسی سبب اور فقر کے اپنے خاوند سے طلاق طلب کی اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔"

---

(۱) مسند احمد ۲۷۷/۵' صحیح الجامع الصغیر/البانی- حدیث نمبر ۲۷۰۳

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ الْمُخْتَلِعَاتِ وَالْمُنْتَزِعَاتِ هُنَّ الْمُنَافِقَاتِ)) (۱)

"(بغیر عذر کے) خلع (۲) لینے والیاں اور اپنے خاوندوں سے چھٹکارا حاصل کر کے گھروں کو اجاڑنے والیاں منافق ہیں۔"

لیکن اگر کوئی شرعی عذر موجود ہو مثلاً خاوند نماز نہیں پڑھتا' یا نشہ آور چیزوں کا استعمال کرتا ہے' یا کسی حرام کام پر عورت کو مجبور کرتا ہے' یا عورت کو سزائیں دے کر یا اس کے شرعی حقوق روک کر اس پر ظلم و ستم کرتا ہے اور نصیحت کرنے کے باوجود بھی نہیں سمجھتا اور اس کے لئے اصلاح کی کوششیں بھی کارگر ثابت نہیں ہوتیں تو ان حالات میں عورت اگر اپنے دین اور جان کو بچانے کے لئے طلاق مانگ لے تب اس میں کوئی گناہ اور حرج نہیں۔

ظہار: (۳)

زمانہ جاہلیت والے متعدد کلمات امت مسلمہ میں دوبارہ رواج پا چکے ہیں جن میں سے ایک ظہار بھی ہے۔ یعنی خاوند کا اپنی بیوی سے یوں کہنا کہ "تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مانند ہے" یا "تو مجھ پر میری بہن کی طرح حرام ہے" یا اس جیسے دیگر برے الفاظ جن کو اسلامی شریعت نے سخت معیوب اور ناپسندیدہ قرار دیا ہے کیونکہ ان میں عورت پر ظلم و ستم کی

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی ۱۷/۳۳۹' صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث نمبر ۱۹۳۴

(۲) خلع سے مراد یہ ہے کہ عورت کا اپنے خاوند کو اپنے مال کا کچھ حصہ دے کر مال کے عوض طلاق طلب کرنا۔ (مترجم)

(۳) ظہار سے مراد یہ ہے کہ بیوی کو یوں کہہ دینا " اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّی یعنی تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اس کو طلاق شمار کیا جاتا تھا لیکن اسلام نے بتایا کہ بیوی کو ماں کہہ دینے سے وہ اس کی حقیقی ماں نہیں بن جاتی لیکن چونکہ اس نے بہت بڑی بات کہہ دی ہے اس لیے بطور سزا اس کا کفارہ مقرر کیا گیا ہے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ نیز مزید دیکھئے سورت الاحزاب کی آیت نمبر ۴۔ (مترجم)

جھلک نظر آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کی قباحت کو اس طرح بیان فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ يُظَاهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَائِهِمْ مَا هُنَّ اُمَّهَاتِهِمْ اِنْ اُمَّهَاتُهُمْ اِلَّا الّٰئِیْ وَلَدْنَهُمْ وَ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴾ (سورۃ المجادلۃ/ آیت ۲)

"تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یعنی انہیں ماں کہہ بیٹھتے ہیں) وہ دراصل ان کی مائیں نہیں بن جاتیں' ان کی مائیں تو وہی ہیں جن کے پیٹ سے وہ پیدا ہوئے۔ یقیناً یہ لوگ (اپنی بیویوں کو ماں کہہ کر) ایک نامعقول' بے ہودہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ (تبھی تو اس نے کفارے کو معافی کا ذریعہ بنایا)"

جس طرح کسی کو غلطی سے قتل کرنے اور ماہ رمضان کے دن میں بیوی سے جماع کرنے کا کفارہ بہت سخت ہے اسی طرح اسلامی شریعت نے ظہار کا کفارہ بھی سخت مقرر کیا ہے اور ظہار کرنے والا مرد جب تک کفارہ ادا نہ کرے اپنی بیوی کے قریب نہیں جا سکتا۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُظَاهِرُوْنَ مِنْ نِّسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاسَّا ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

(سورۃ المجادلۃ/ آیت ۳-۴)

"اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر بیٹھیں اور پھر اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کر لیں (یعنی بیوی سے ہمبستری کرنا چاہیں) تو ان کے ذمے ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے (جماع کرنے) سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا لازمی ہے تم کو یہ نصیحت کی جاتی ہے اور

اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے اچھی طرح باخبر ہے' پھر جس شخص کو غلام نہ مل سکے تو وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے (جماع) سے پہلے مسلسل دو مہینے کے روزے رکھے اور جس شخص کو یہ بھی طاقت نہ ہو تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یہ حکم اس لیے دیا جاتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی بات مانو اور یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں (ان کا خیال رکھو) اور کافروں (نہ ماننے والوں) کے لئے تکلیف دہ عذاب ہو گا۔"

حالت حیض میں جماع کرنا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَاَ ذًى فَاعْتَزِلُوْا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ﴾ (سورۃ البقرۃ/ آیت ۲۲۲)

"(اے پیغمبر) لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ وہ گندگی ہے۔ حیض کے دنوں میں عورتوں سے الگ رہو (جماع نہ کرو) اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔ (ناف سے لے کر گھٹنے تک کا علاقہ ممنوعہ ہے باقی حسب سابق سب کچھ جائز ہے)

عورت حیض سے فارغ ہو کر جب تک غسل نہ کر لے اپنے خاوند کے لئے جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ .... فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ .... ﴾ (سورۃ البقرۃ/ آیت ۲۲۲)

"پھر جب وہ عورتیں حیض سے پاک ہو جائیں تو جدھر سے اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے ان کے پاس آؤ۔ (یعنی عورت کے آگے کی جانب شرمگاہ میں مجامعت کرو نہ کہ دبر میں کیونکہ وہ تو ہر صورت میں حرام ہے)

حالت حیض میں بیوی سے جماع کرنا اس قدر بد ترین گناہ ہے کہ اس کی قباحت کا اندازہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے ہوتا ہے۔

((مَنْ أَتٰى حَائِضًا أَوِ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا أَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ))

"جس شخص نے حیض والی عورت سے ہم بستری کی یا عورت سے اس کی دبر میں جماع کیا یا کاہن نجومی کے پاس گیا اس نے حضرت محمد ﷺ پر اتاری گئی شریعت کا کفر کیا۔" (سنن ترمذی ۱/۲۴۳- صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث ۵۹۱۸)

جس شخص نے شرعی مسائل سے ناواقفیت کی بناء پر جہالت اور غلطی سے حیض والی عورت سے جماع کر لیا وہ گنہگار نہ ہو گا لیکن جس نے جانتے بوجھتے دانستہ یہ کام کیا تو بعض علماء کے قول کے مطابق اس پر ایک دینار یا نصف دینار کفارہ ادا کرنا لازم ہے۔ یہ کفارہ صرف ان علماء کے نزدیک لازم ہے کہ جو کفارہ والی حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں --- اور پھر کفارہ کے قائل علماء کے مابین کفارہ کی مقدار میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اسے اختیار ہے چاہے تو ایک دینار اور چاہے تو نصف دینار ادا کر دے اس کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔ اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اگر حیض کے ابتدائی دنوں میں شدت حیض کے دوران جماع کیا تو ایک دینار اور اگر حیض کے آخری دنوں میں خون کی کمی کے دوران یا غسل حیض سے پہلے جماع کیا تو نصف دینار ادا کرے۔[1]

اور مروجہ حساب کے مطابق دینار 4.25 گرام سونے کے برابر ہے۔ یا تو اتنا سونا صدقہ کر دے یا پھر اس کی قیمت کے برابر نقدی (روپوں وغیرہ کی صورت میں) بطور صدقہ تقسیم کر دے۔

غیر فطری جگہ میں جماع کرنا:

بیمار ذہنیت اور کمزور ایمان کے منحرف قسم کے لوگ اپنی بیوی کے پچھلے راستے (پاخانے والی جگہ) میں جماع کرنے سے پرہیز نہیں کرتے جبکہ یہ حرکت کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

(۱) درست رائے یہ ہے کہ اسے اختیار ہے چاہے تو مکمل دینار ادا کرے اور چاہے تو نصف دینار خواہ اس نے حیض کے ابتدائی دنوں میں جماع کیا ہو یا آخری دنوں میں اس سے کفارہ کی مقدار میں کوئی فرق نہیں آتا۔ (شیخ ابن باز)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتٰی اِمْرَأَةً فِی دُبُرِهَا)) [1]

"وہ شخص ملعون ہے جو عورت کو پچھلے راستے سے استعمال کرتا ہے"

بلکہ نبی کریم ﷺ نے یہاں تک فرمایا کہ:

((مَنْ اَتٰی حَائِضًا أَوِامْرَأَةً فِی دُبُرِهَا اَوْ کَاهِنًا فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ)) [2]

"جس شخص نے عورت کی دبر میں جماع کیا' یا عورت سے حیض کے دنوں میں جماع کیا یا کاہن نجومی کے پاس گیا اس نے محمد ﷺ پر نازل کی گئی شریعت کا کفر کیا۔"

بہت سی پاکباز عورتیں اس غیر فطری طریقہ جماع سے انکار کر دیتی ہیں لیکن بعض خاوند اپنی بیویوں کے اس حرام کام پر رضامند نہ ہونے کی صورت میں طلاق کی دھمکی دے دیتے ہیں اور بعض عورتیں جو علماء سے ایسے مسائل پوچھنے میں شرم محسوس کرتی ہیں ان کے خاوند دھوکہ بازی سے انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ غیر فطری جگہ میں جماع حلال اور جائز ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔

﴿ نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ﴾ (سورۃ البقرۃ/آیت ۲۲۳)

"تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ۔" [3]

---

(۱) مسند احمد جلد ۲/۴۷۹ ۔ صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث نمبر ۵۸۶۵

(۲) سنن ترمذی ۱/۲۴۳۔ صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث نمبر ۵۹۱۸

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں "یہودیوں کا خیال تھا کہ اگر عورت کو پیٹ کے بل لٹا کر پشت کی جانب سے جماع کیا جائے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے تب اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (بخاری' مسلم) اور اس میں بتایا کہ جماع چاہے عورت کو چت لٹا کر آگے سے کرو یا پیٹ کے بل لٹا کر پشت کی جانب سے کرو یا کروٹ پر کرو بہرحال ہر طرح جائز ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ ہر صورت میں جماع عورت کی پیشاب والی جگہ (فرج) میں ہی کرو۔

اور دبر میں جماع کو جائز قرار دینے والوں کا اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ ﴿ اَنّٰى شِئْتُمْ ﴾ جیسے چاہو میں تو دبر بھی آ جاتی ہے انتہائی غلط استدلال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو کھیتی قرار دیا ہے یعنی جس =

اور یہ بات سبھی کے علم میں ہونی چاہئے کہ احادیث نبویہ قرآن کے مفہوم کو متعین کرتی ہیں اور نبی کریم ﷺ نے ہمیں احادیث میں بتلایا کہ خاوند اپنی بیوی کی پاس آگے سے آنا چاہے یا پیچھے سے اس کو اجازت ہے لیکن مجامعت ہر صورت بچہ نکلنے والی جگہ میں ہی ہونی چاہئے اور یہ کسی سے پوشیدہ نہیں کہ پاخانے والی جگہ (دبر) بچہ کی جائے پیدائش نہیں۔

= طرح اناج حاصل کرنے کے لئے کھیتی میں بیج ڈالا جاتا ہے اسی طرح بچہ حاصل کرنے کے لئے عورت کے رحم میں منی کا نطفہ ڈالا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آیت میں ﴿ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ ﴾ کے جملے سے صرف کھیتی میں جماع کرنے کا حکم دیا ہے یعنی اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ اور یہ کسی سے مخفی نہیں کہ منی کا نطفہ ڈالنے اور بچہ پیدا کرنے کے لئے کھیتی عورت کی فرج (پیشاب کی جگہ) ہے نہ کہ دبر (پاخانے والی جگہ)
اس کے علاوہ بھی متعدد ایسی دلیلیں موجود ہیں جو دبر کے استعمال کو حرام قرار دیتی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ﴿ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ (البقرۃ/ آیت۱۸۷) "اور اب تم اپنی بیویوں سے جماع کرو اور جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہاری قسمت میں لکھا ہے (لڑکا یا لڑکی) اس کی طلب کے لئے خواہش کرو۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جماع سے ایک مقصود یہ بھی ہے کہ اولاد حاصل کی جائے اور وہ صرف فرج میں جماع کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ دبر کو اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لئے بنایا ہی نہیں اور نہ ہی وہاں سے بچہ کی پیدائش ممکن ہے تو اس آیت کا مطلب یوں ہوا کہ "اب تم اپنی بیویوں سے جماع کرو اور یہ جماع بچہ حاصل کرنے والی جگہ میں ہی ہونا چاہئے جو کہ فرج ہے۔"
نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ ﴾ (سورۃ البقرۃ/ آیت۲۲۲)
"جب عورتیں حیض سے پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ (جماع کرو) جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے (یعنی ان کی فرج ہے)"
حضرت عبداللہ بن عباس اور دیگر مفسرین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے کہ تم اپنی عورتوں کے پاس ان کی فرج سے آؤ اور شرمگاہ سے تجاوز کر کے پاخانہ والی جگہ کی طرف مت بڑھو۔ (تفسیر ابن کثیر۔ تفسیر اضواء البیان)
علامہ قرطبی نے زیر بحث آیت ﴿ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ﴾ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بارہ صحابیوں نے مختلف الفاظ کے ساتھ صحیح اور حسن درجے کی مشہور حدیثیں نقل کی ہیں جن میں =

اور یہ بات سبھی کے علم میں ہونی چاہیے کہ احادیث نبویہ قرآن کے مفہوم کو متعین کرتی ہیں اور نبی کریم ﷺ نے ہمیں احادیث میں بتلایا کہ خاوند اپنی بیوی کی پاس آگے سے آنا چاہے یا پیچھے سے اس کو اجازت ہے لیکن مجامعت ہر صورت بچہ نکلنے والی جگہ میں ہی ہونی چاہیے اور یہ کسی سے پوشیدہ نہیں کہ پاخانے والی جگہ (دبر) بچہ کی جائے پیدائش نہیں۔

اور اس گناہ کے وجود میں آنے کا سبب یہ ہے کہ انسان شادی والی صاف ستھری زندگی میں داخل ہونے سے پہلے حرام اور شاذ قسم کے جنسی تجربات' یا بے حیائی پر مبنی فلموں سے بھرا ہوا دماغ اور اس جیسی دیگر گندی جاہلانہ چیزیں وراثت میں لے کر آتا ہے اور ان گناہوں سے سچی توبہ کیے بغیر ہی شادی کر لیتا ہے۔ اور یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ عورت کی دبر میں جماع کرنا ہر صورت ہی حرام ہے چاہے میاں بیوی دونوں اتفاق اور باہمی رضامندی سے ہی یہ کام کیوں نہ کریں کیونکہ کسی حرام کام پر باہمی رضامندی اس کو حلال نہیں بنا دیتی۔

= یہ صراحت موجود ہے کہ جماع کے لئے عورتوں کی پاخانہ والی جگہ کو استعمال کرنا حرام ہے اور یہ حدیثیں امام احمد بن حنبل' ابوداوٗد' نسائی اور ترمذی وغیرہ نے بیان کی ہیں۔

علامہ ابن الجوزی اور شیخ ابوالعباس نے ان حدیثوں کو مختلف سندوں کے ساتھ ایک مستقل کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ علامہ ابن الجوزی کی کتاب کا نام " تحریم المحل المکروہ " ناپسندیدہ جگہ کی حرمت۔ اور شیخ ابوالعباس کی کتاب کا نام " اِظْهَارُ اِدْبَارُ مَنْ اَجَازَ الْوَطْئَ فِي الْاَدْبَارْ " دبر میں جماع کو جائز قرار دینے والوں کا اظہار شکست " ہے۔

دبر کا استعمال ایک غیر فطری فعل ہے جس کو کوئی بھی عقل مند شریف انسان ہرگز پسند نہیں کرتا۔

مزید تفصیل کے لئے مذکورہ بالا زیر بحث آیت کی تفسیر میں دیکھئے۔ (تفسیر ابن کثیر' تفسیر قرطبی' اضواء البیان' جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۱۴۵) (مترجم)

تفصیل مزید کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن ج ۲ ص ۵۱ تا ۵۴ اور کنزالمجربات ج ۲ ص ۴۴۹ تا ۴۵۹ تالیف استاذ الحکماء حکیم محمد عبداللہ آف جہانیاں منڈی (اضافہ از ابو عبدالرحمٰن)

بیویوں کے درمیان ناانصافی:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بیویوں کے درمیان انصاف کرنے کی وصیت فرمائی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَ لَنْ تَسْتَطِيْعُوْا أَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ وَ لَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَ اِنْ تُصْلِحُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾

(سورۃ النساء/ آیت ۱۲۹)

"اور تم کتنا ہی چاہو تم سے یہ تو نہ ہو سکے گا کہ اپنی تمام بیویوں میں ہر طرح پورا انصاف کر سکو۔ خیر اتنا تو کرو کہ بالکل ایک ہی کی طرف مکمل نہ جھک جاؤ اور دوسری کو بیچ میں لٹکتی ہوئی چھوڑ دو [1] (نہ طلاق دو اور نہ حقوق زوجیت ادا کرو) اور اگر تم درستی سے چلو (عورتوں میں انصاف کرو) اور (ظلم و زیادتی) سے بچے رہو تو اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔

شریعت جس عدل کا مطالبہ کرتی وہ یہ ہے کہ رات گزارنے میں تمام بیویوں کے درمیان

(ا) یعنی کسی کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو دلی تعلق اور قلبی محبت میں وہ سب کے ساتھ یکساں سلوک نہیں کر سکتا کیونکہ محبت ایک دلی فعل ہے جس پر کسی کو اختیار نہیں۔ خود نبی کریم ﷺ کو بھی اپنی بیویوں میں سے سب سے زیادہ محبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ خواہش کے باوجود انصاف نہ کرنے سے مطلب یہی قلبی میلان اور محبت میں عدم مساوات ہے اور اگر یہ دلی محبت ظاہری حقوق کی برابری میں رکاوٹ نہ بنے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل گرفت نہیں جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے اس کا نہایت عمدہ نمونہ پیش کیا حضرت عائشہؓ سے دلی محبت زیادہ ہونے کے باوجود آپؐ نے اپنی تمام بیویوں کے ظاہری حقوق شب گزاری، خرچہ، لباس وغیرہ مہیا کرنے میں برابر انصاف سے کام لیا لیکن اکثر لوگ اس قلبی محبت کی وجہ سے دوسری بیویوں کے حقوق کی ادائیگی میں بہت کوتاہی کرتے ہیں اور ظاہری طور پر بھی محبوب بیوی کی طرح دوسری بیویوں کے حقوق ادا نہیں کرتے اور انہیں درمیان میں لٹکتی ہوئی بنا کر رکھ چھوڑتے ہیں نہ انہیں طلاق دیتے ہیں اور نہ حقوق زوجیت ادا کرتے ہیں یہ انتہائی ظلم ہے جس سے اسلام نے روکا ہے۔ (تفسیر احسن البیان) (انتخاب از مترجم)

انصاف سے کام لیا جائے اور ہر بیوی کو اس کے حقوق خرچہ لباس وغیرہ مہیا کیا جائے دلی محبت میں عدل مقصود نہیں ہے کیونکہ وہ انسان کے اختیار سے باہر ہے۔

ایک سے زیادہ شادیاں کرنے والے بعض لوگ ایک بیوی کی طرف زیادہ مائل اور دوسری سے بے توجہی برتتے ہیں۔ ایک بیوی کے پاس زیادہ شب گزاری کرتے یا اس پر زیادہ خرچ کرتے ہیں اور دوسری کو بیکار چھوڑ دیتے ہیں ایسا کرنا حرام ہے اور ایسا ناانصاف شخص قیامت کے دن کس حال میں آئے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ شِقُّهُ مَائِلٌ)) [1]

"جس شخص کی دو بیویاں تھیں اور وہ ایک ہی کی طرف جھکا رہا (اور دوسری کو نظر انداز کیے رکھا) وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ گرا ہو گا (فالج کی طرح جھکا ہوا)

نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی میں ملنا:

شیطان لوگوں کو آزمائش میں ڈالنے اور حرام کاموں میں مبتلا کرنے کا شدید خواہش مند ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے محتاط رہنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَ مَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ .... ﴾ (سورۃ النور/آیت ۲۱)

"اے ایمان والو! شیطان کے قدم بقدم مت چلو (اس کی پیروی نہ کرو) جو شخص شیطان کے قدموں کی پیروی کرے تو وہ تو بے حیائی اور برے کاموں کا ہی حکم دے گا۔"

شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے اور غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی

---

(۱) سنن ابو داؤد ۶۰۱/۲۔ صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث نمبر ۶۴۹۱

ہیں ملنا شیطان کا وہ ہتھکنڈہ ہے جس کے ذریعے وہ لوگوں کو زنا میں مبتلا کرتا ہے اسی لیے اسلامی شریعت نے اس چور دروازے کو بھی بند کر دیا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّا کَانَ ثَالِثَھُمَا الشَّیْطَانُ))[1]

"جب بھی کوئی آدمی کسی غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں ملتا ہے تو ان کے درمیان تیسرا شیطان ہوتا ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا یَدْخُلَنَّ رَجُلٌ بَعْدَ یَوْمِیْ ھٰذَا عَلٰی مُغِیْبَةٍ اِلَّا وَ مَعَهُ رَجُلٌ أَوْاثْنَانِ))

(صحیح مسلم ۱۷۱۱/۴)

"آج کے بعد خاوند کی عدم موجودگی میں اس کی عورت کے پاس کوئی آدمی تنہا نہ جائے بلکہ اس کے ساتھ ایک یا دو آدمی ضرور ہونے چاہئیں۔"

کسی آدمی کے لئے قطعاً جائز نہیں کہ وہ گھر' حجرے' یا گاڑی میں کسی غیر محرم عورت مثلاً اپنی بھابی' نوکرانی وغیرہ کے ساتھ تنہائی میں بیٹھے۔ اسی طرح ڈاکٹر کا بیمار عورت کے ساتھ خلوت میں ہونا بھی درست نہیں۔ [2] بہت سے لوگ اپنے آپ پر یا دوسروں پر حد سے زیادہ بھروسہ کرتے ہوئے اس معاملے میں بہت غفلت سے کام لیتے ہیں جس کے نتیجے میں زنا یا زنا سے پیشگی چیزیں وجود میں آتی ہیں اور نسب کا اختلاط نیز حرام اولاد کی دردناک داستانوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

عورت سے ہاتھ ملانا:

ہمارے معاشروں میں بعض عادات شریعت الٰہی سے تجاوز کر گئی ہیں اور باطل

---

(۱) سنن ترمذی ۳/۴۷۴ - مشکاۃ المصابیح / تحقیق البانی حدیث ۳۱۱۸

(۲) خاتون ڈاکٹر کی عدم موجودگی میں عورت محرم کو ساتھ لے کر ڈاکٹر کے پاس جائے یہ اضطراری حالت میں صحیح ہے۔ (مترجم)

عادات و تقالید احکام الٰہی پر اس حد تک غالب آ چکی ہیں کہ اگر آپ کسی کو شریعت کا حکم بتائیں اس کے سامنے دلیل کو بھی بالکل واضح کر دیں تو وہ آپ پر قدامت پسندی' شرپسندی' قطع رحمی' صاف نیتوں پر شک کرنے کا الزام لگائے گا......... غیر محرم عورت سے مصافحہ کرنا بھی انہی بری عادات اور جاہلانہ معاشرتی تقالید کا حصہ ہے۔

چچا کی بیٹی' پھوپھی کی بیٹی' ماموں کی بیٹی' خالہ کی بیٹی' بھابی' چچی' ممانی سے مصافحہ کرنا ہمارے معاشرے میں پانی پینے کی طرح عام ہو گیا ہے اور یہ معاملہ شرعی طور پر کس حد تک خطرناک ہے اگر لوگ بصیرت کی نگاہ سے دیکھیں تو کبھی ایسی حرکت نہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَاَنْ يُّطْعَنَ فِي رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمَخِيْطٍ مِّنْ حَدِيْدٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ اَنْ يَّمَسَّ اِمْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ))[1]

"تم میں سے کسی کے سر میں نشانہ بنا کر سوئی ماری جائے تو یہ کسی غیر محرم عورت کو چھونے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔"

کسی غیر محرم اجنبی عورت کو چھونا ہاتھ کا زنا ہے جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَالْيَدَانِ تَزْنِيَانِ وَالرِّجْلَانِ تَزْنِيَانِ وَالْفَرْجُ يَزْنِي))[2]

"(حرام چیزوں کو دیکھ کر) دونوں آنکھیں زنا کرتی ہیں' (حرام چیزوں کو چھو کر) دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں' (حرام کاموں کی طرف چل کر) دونوں پاؤں زنا کرتے ہیں' اور شرمگاہ بھی زنا کرتی ہے۔"

کیا حضرت محمد ﷺ سے بڑھ کر بھی کوئی پاک دل ہو سکتا ہے؟ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے فرمایا: ((اِنِّيْ لَا أُصَافِحُ النِّسَاءَ))[3] "یعنی میں غیر محرم عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا۔"

---

(۱) طبرانی ۲۰/۲۱۲۔ صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث نمبر۴۹۲۱

(۲) مسند احمد ۱/۴۱۲۔ صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث نمبر۴۱۲۶

(۳) مسند احمد ۶/۳۵۷۔ صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث نمبر۲۵۰۹

نیز آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ ((اِنِّیْ لَا اَمَسُّ اَیْدِیْ النِّسَاءِ)) (۱) ''میں اجنبی عورتوں کے ہاتھ نہیں چھوتا۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((وَلَا وَاللّٰہِ مَامَسَّتْ یَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَامْرَاَۃٍ قَطُّ غَیْرَ اَنَّہُ یُبَایِعُھُنَّ بِالْکَلَامِ)) (۲)

''اللہ کی قسم! (عورتوں سے بیعت لیتے وقت بھی) رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کبھی کسی غیر محرم عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا بلکہ آپ ﷺ صرف زبانی زبانی عورتوں سے بیعت کیا کرتے تھے۔'' (۳)

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی ۳۴۲/۲۴۔ صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث نمبر ۷۰۵۴

(۲) صحیح مسلم ۱۴۸۹/۳

(۳) بعض پیشہ ور دولت اور ایمان کے لٹیرے نام نہاد پیر اور عورتوں کے جھرمٹوں میں گھرے ہوئے گدی نشین اپنی مریدنیوں سے ہاتھ ملانے' بوس و کنار کرنے اور ہر طرح کی جنسی خدمت لینے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ یہ شیطان صفت انسانی بھیڑیے سادہ لوح عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ حلال اور حرام کے مسئلے صرف عام لوگوں کے لئے ہیں جبکہ پیروں مرشدوں اور گدی نشینوں کے لئے سب کچھ جائز ہے۔ پاکستان کے مشہور شہر لاہور میں ''بوسہ پیر عرف ناخنوں والی سرکار'' کا قصہ کئی مرتبہ سنا جا چکا ہے جو اپنے مریدوں اور مریدنیوں کو ایک دوسرے کا بوسہ لینے کا حکم دیتا ہے۔

ایک طرف تو یہ شیطان کے چیلوں عیاش پیروں اور گدی نشینوں کا شیطانی کردار اور دوسری طرف ساری کائنات کے افضل و اعلیٰ' رسولوں کے سردار حضرت محمد ﷺ کا حال یہ کہ دل و نگاہ پاک و صاف ہونے کے باوجود' امت کے روحانی باپ ہونے کے باوصف اپنی امتی عورتوں سے بیعت کے دوران ہاتھ ملانے کو جائز نہیں رکھتے۔

کس قدر فرق ہے دین کی سچی تعلیمات اور جھوٹے پیروں میں!

اس لئے جو شخص پیر و مرشد پکڑنا ہی چاہے تو وہ صرف حضرت محمد ﷺ کو ہی اپنا پیر و مرشد بنائے انہی کی پیروی کرے انہی کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق زندگی بسر کرے کیونکہ بھلائی کا کوئی کام ایسا نہ ہو =

اور بعض شوہر ایسے بھی ہیں کہ ان کی پاکباز بیویاں ان کے بھائیوں (یعنی اپنے دیور یا جیٹھ) سے ہاتھ نہ ملائیں تو وہ انہیں طلاق کی دھمکیاں دیتے ہیں ایسے شوہروں کو اللہ سے ڈر جانا چاہئے۔

اور یہاں اس بات کی وضاحت کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ پر کپڑا وغیرہ رکھ کر بھی عورت سے مصافحہ جائز نہیں چاہے ڈائریکٹ ہاتھ ملائے یا کپڑے کی آڑ میں دونوں حالتوں میں ہی غیر محرم عورت سے مصافحہ کرنا حرام ہے۔

عورت کا خوشبو لگا کر مردوں کے پاس سے گزرنا:

عورت کا خوشبو لگا کر گھر سے نکلنا اور اسی حالت میں مردوں کے پاس سے گزرنا حرام ہے نبی کریم ﷺ نے اس فعل سے جس قدر سختی کے ساتھ روکا اور ڈرایا ہے اسی قدر یہ چیز آج کل ہمارے زمانے میں عام ہو چکی ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

((اَيُّمَا امْرَأَةٍ اِسْتَعْطَرَتْ ثُمَّ مَرَّتْ عَلَى الْقَوْمِ لِيَجِدُوْا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ)) (۱)

"جو عورت خوشبو لگا کر کسی قوم کے پاس سے گزری تاکہ لوگ اس کی خوشبو محسوس کریں ایسی عورت بدکار اور زانیہ ہے۔"

بعض عورتیں اس قدر غفلت سے کام لیتی ہیں کہ خوشبو لگا کر اپنی گاڑی کے ڈرائیور' دکاندار' یا سکول کے گیٹ کیپر کے پاس سے گزرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتیں جبکہ اسلامی شریعت نے اس قدر سختی برتی ہے کہ خوشبو استعمال کرنے والی عورت اگر گھر سے

= گا جو انہوں نے اپنی امت کو بتلایا نہ ہو اور نقصان وہ کوئی امر ایسا نہ ہو گا جس سے انہوں نے اپنی امت کو روکا نہ ہو ان کی مکمل تعلیمات قرآن و حدیث کی صورت میں محفوظ ہیں تو ان جیسے سچے مخلص خیر خواہ پاکباز حقیقی پیر و مرشد کو چھوڑ کر دوسروں کا دامن تھامنا کسی بھی عقل مند مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔(مترجم)

(۱) مسند احمد ۴/۴۱۸۔ صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث نمبر ۱۰۵

باہر جانا چاہے' گو اس کا مسجد میں جانے کا ہی ارادہ کیوں نہ ہو جب تک وہ غسل جنابت کی طرح مکمل غسل نہ کر لے گھر سے باہر قدم نہیں رکھ سکتی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَیُّمَا امْرَأَۃٍ تَطَیَّبَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ اِلَی الْمَسْجِدِ لِیُوْجَدَ رِیْحُھَا لَمْ یُقْبَلْ مِنْھَا صَلاَۃٌ حَتّٰی تَغْتَسِلَ اِغْتِسَالَھَا مِنَ الْجَنَابَۃِ)) [1]

"جو عورت خوشبو لگا کر مسجد کی طرف اس نیت سے گئی کہ لوگ اس کی خوشبو محسوس کریں جب تک وہ غسل جنابت کی طرح پوری طرح غسل نہ کر لے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔"

ہم اللہ ہی کے سامنے شکوہ کرتے ہیں کہ آج دور حاضر میں شادی بیاہ اور زنانہ تقریبات میں کس قدر دھونی اور خوشبو کا استعمال ہوتا ہے اور عورتیں کس طرح پر کشش۔ تیز خوشبو والے عطر لگا کر بازاروں' گاڑیوں' جہازوں' مردوں عورتوں کے اختلاط والی جگہوں اور حتیٰ کہ رمضان المبارک کی راتیں مسجدوں میں بھی آزادانہ گھومتی پھرتی ہیں جبکہ اسلامی شریعت کا حکم یہ ہے کہ عورتوں کو ایسی خوشبو استعمال کرنی چاہیئے جس کا رنگ ظاہر اور خوشبو ہلکی ہو۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ہمیں اپنے غضب سے محفوظ رکھے اور نا سمجھ مردوں اور عورتوں کے گناہوں کے سبب ہم میں سے نیک مردوں اور عورتوں کی گرفت نہ کرے اور تمام مسلمانوں کو سیدھا راستہ دکھلائے۔

بغیر محرم عورت کا سفر کرنا:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لاَ تُسَافِرِ الْمَرْأَۃُ اِلاَّ مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ))

---

(1) مسند احمد ۲/۴۴۴۔ صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث نمبر ۲۷۰۳

"کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔"

یہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے ہر قسم کے سفر حتیٰ کہ سفرِ حج کو بھی شامل ہے۔ عورت کا محرم کے بغیر تنہا سفر کرنا فاسقوں فاجروں کو اس کے متعلق غلط سوچ میں مبتلا کر سکتا ہے نتیجتاً وہ اس کی عزت کے درپے ہو سکتے ہیں اور عورت اپنی فطری کمزوری کے سبب مردوں کے دھوکے میں آکر مکمل طور پر اپنی عزت سے ہاتھ دھو سکتی ہے یا کم از کم اس کی شرافت اور پاکدامنی پر داغ آ سکتا ہے۔

اسی طرح عورت کا بغیر محرم کے جہاز میں سفر کرنا بھی درست نہیں' چاہے ائیرپورٹ پر روانہ کرنے والا اور اگلے ائیرپورٹ پر وصول کرنے والا محرم ہی کیوں نہ ہو۔ سوال یہ ہے کہ دورانِ سفر عورت کے ساتھ والی سیٹ پر کون بیٹھے گا؟ اور اگر جہاز کو کسی فنی خرابی کی وجہ سے کسی دوسرے ائیرپورٹ پر اترنا پڑے یا پرواز میں تاخیر ہو جائے اور جہاز مقررہ وقت پر نہ پرواز نہ کرے تب عورت کا پرسانِ حال کون ہو گا؟ جبکہ اس قسم کے واقعات اکثر رونما ہوتے رہتے ہیں۔

اور صرف وہ شخص عورت کا محرم بن سکتا ہے جس میں چار شرطیں پائی جائیں۔ (۱) مسلمان ہو (۲) بالغ ہو (۳) عاقل ہو (۴) مرد ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَبُوْهَا أَوْ اِبْنُهَا أَوْ زَوْجُهَا أَوْ أَخُوْهَا أَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ مِنْهَا)) (صحیح مسلم ۲/۹۷۷)

"عورت کا محرم اس کا باپ' بیٹا' یا شوہر یا بھائی اور ہر وہ شخص بن سکتا ہے جس کا اس عورت کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو۔"

غیر محرم عورت کی طرف قصداً دیکھنا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴾ (سورۃ النور/آیت ۳۰)

"(اے محمد ﷺ) مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں (یعنی کسی حرام چیز کی طرف مت دیکھیں) اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں (یعنی ناجائز استعمال سے بچائیں نیز اسے ڈھانپ کر رکھیں) یہی ان کے لیے بہتر اور پاکیزہ ہے اور لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے باخبر ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((فَزِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ)) (صحیح بخاری دیکھئے فتح الباری ۱۱/۲۶)

"حرام چیزوں کی طرف دیکھنا آنکھ کا زنا ہے۔"

لیکن کسی شرعی ضرورت کے پیش نظر غیر محرم عورت کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں جیسے نکاح کرنے کی نیت سے اپنی منگیتر کو دیکھنا یا ڈاکٹر کا بیمار عورت کو علاج کی خاطر دیکھنا وغیرہ۔

اسی طرح عورت کا کسی غیر محرم مرد کو شہوت کی نگاہ سے دیکھنا بھی حرام ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَ قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ﴾

(سورۃ النور/ آیت ۳۱)

"(اے پیغمبر ﷺ) آپ مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں (کسی اجنبی مرد کی طرف مت دیکھیں) اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔"

اسی طرح کسی بے ریش اور خوبصورت لڑکے کی طرف شہوت کی نگاہ سے دیکھنا بھی حرام ہے اور مرد کا کسی مرد کی شرمگاہ کو اور عورت کا کسی عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے اور ہر شرمگاہ جس کو دیکھنا ناجائز ہے اس کو چھونا بھی ناجائز ہے چاہے وہ کپڑے کی آڑ میں ہی کیوں نہ ہو۔

بعض لوگ اخبارات، میگزین، ڈائجسٹ اور فلموں میں حرام تصویروں کی طرف اس حجت سے دیکھتے ہیں کہ یہ تو محض تصویریں ہیں حقیقی مرد یا عورت تو نہیں اس طرح شیطان ان کی آنکھوں میں دھول جھونکتا ہے اور ان پر اپنا وار کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے حالانکہ ان فحش

تصویروں اور بے حیائی پر مبنی فلموں کو دیکھ کر کس قدر انسان کی جنسی شہوت بھڑک اٹھتی اور فساد کے دروازے کھلتے ہیں یہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

اپنے گھر میں فحاشی برداشت کرنا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْعَاقُّ وَ الدَّيُّوْثُ الَّذِیْ يُقِرُّ فِی اَهْلِهِ الْخَبَثَ))[1]

"تین آدمیوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے (۱) ہمیشہ شراب پینے والا (۲) ماں باپ کا نافرمان (۳) بے غیرت جو اپنے اہل خانہ میں فحاشی کو برداشت کرتا ہے۔"

اس بے غیرتی کی مختلف شکلیں آج ہمارے زمانے میں بکثرت موجود ہیں مثلاً گھر میں بیٹی یا بیوی کو کسی اجنبی مرد کے ساتھ ملتے جلتے یا عشقیہ گفتگو کرتے دیکھ کر چشم پوشی کرنا، یا اپنے گھر کی کسی عورت کو اجنبی مرد کے ساتھ تنہائی اور خلوت میں دیکھ کر خاموش رہنا، یا اسے کسی اجنبی مرد مثلاً ڈرائیور وغیرہ کے ساتھ اکیلے گاڑی میں سفر کرنے کی اجازت دینا، یا اپنے گھر کی عورتوں کو بغیر شرعی پردے کے گھر سے باہر جانے کی اجازت دینا جس کے نتیجے میں ہر آنے جانے والا انہیں تاک جھانک کر دیکھتا ہو۔ اسی طرح بے حیائی اور فساد پھیلانے والے میگزین اور فلمیں لا کر گھر میں رکھنا وغیرہ۔

نسب تبدیل کرنا:

کسی مسلمان کے لئے شرعی طور پر قطعاً جائز نہیں کہ وہ اپنے آپ کو باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرے، یا اپنا نسب نامہ کسی ایسی قوم سے ملائے جن میں سے وہ نہیں۔ بعض لوگ اپنی مادی ضروریات کے حصول کے لئے سرکاری کاغذات میں اپنا جھوٹا نسب

---

(۱) مسند احمد ۶۹/۲ - صحیح الجامع الصغیر/ البانی حدیث نمبر ۳۰۴۷

نامہ ظاہر کرتے ہیں اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ باپ اپنے بچوں کو ان کی چھوٹی عمر میں ہی چھوڑ دیتا ہے اور بچے بڑے ہو کر باپ سے ناراضگی کی وجہ سے بطور انتقام اپنا نسب نامہ کسی دوسرے شخص سے منسوب کر لیتے ہیں۔

اپنے حقیقی نسب نامہ میں رد و بدل کرنے کی یہ ساری شکلیں ہی حرام ہیں کیونکہ اس سے محرمیت نکاح اور وراثت جیسے دیگر بہت سے مسائل میں عظیم بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت سعد اور حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہما سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ وَ هُوَ یَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ)) (۱)

"جس نے جانتے بوجھتے دانستہ اپنا نسب تبدیل کیا اس پر جنت حرام ہے۔"

شریعت میں ہر وہ کام حرام ہے جس میں انسان کا نسب نامہ تبدیل کیا گیا ہو یا جھوٹ کی آمیزش کی گئی ہو۔ بعض لوگ اگر کسی معاملے میں اپنی بیوی سے جھگڑ پڑیں تو اس پر بدکاری کا الزام لگا کر اپنے بچے سے دستبردار ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ بچہ اسی کے بستر پر اسی کی بیوی سے پیدا ہوا ہے۔ اور بسا اوقات بعض عورتیں بھی امانت میں خیانت کرتے ہوئے زنا سے حاملہ ہوتی ہیں اور اپنے خاوند کے نسب میں ایسے بچے کو شامل کر دیتی ہیں جو اس کا حقیقی بچہ نہیں ہوتا۔ جبکہ شریعت میں اس کے متعلق بہت سخت وعید آئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیت ملاعنہ (۲) نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا:

---

(۱) صحیح بخاری بحوالہ فتح الباری ۸/۴۵

(۲) آیت ملاعنہ سے مراد سورت النور کی آیات نمبر ۶ تا ۱۰ ہیں اور لعان کا مطلب یہ ہے کہ کسی مرد نے اپنی بیوی کو اپنی آنکھوں سے کسی غیر کے ساتھ بدکاری کرتے دیکھ لیا جس کا وہ خود تو عینی گواہ ہے لیکن چونکہ زنا کی سزا کے لئے چار مردوں کی عینی گواہی ضروری ہے اس لیے جب تک وہ اپنے ساتھ مزید تین عینی گواہ پیش نہ کرے اس کی بیوی پر زنا کی حد نہیں لگ سکتی لیکن اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد=

((اَيُّمَا امْرَأَةٍ اَدْخَلَتْ عَلٰى قَوْمٍ مَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ فَلَيْسَتْ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْئٍ وَلَنْ يُدْخِلَهَا اللّٰهُ جَنَّتَهُ ' وَ اَيُّمَا رَجُلٍ جَحَدَ وَلَدَهُ وَ هُوَ يَنْظُرُ اِلَيْهِ اِحْتَجَبَ ' اللّٰهُ مِنْهُ وَ فَضَحَهُ عَلٰى رُؤُسِ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ))(1)

"جس عورت نے کسی خاندان میں ایسے بچے کو شامل کیا جو اس خاندان کا نہیں (یعنی زنا کے بچے کو خاوند سے منسوب کیا) ایسی عورت کا اللہ کی نگاہ میں کوئی مقام نہیں اور نہ ہی اللہ اسے اپنی جنت میں داخل فرمائیں گے اور جس شخص نے دانستہ طور پر اپنے بیٹے کا انکار کر دیا ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ پردہ فرمالیں گے (نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے) اور حشر کے میدان میں اگلی پچھلی تمام قوموں کے روبرو اسے رسوا کر دیں گے۔"

سود کھانا:

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں سود کھانے والوں کے علاوہ کسی اور سے اعلان جنگ نہیں کیا۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ

- ایسی بدکردار بیوی کو برداشت کرنا بھی اس کے لئے ناممکن ہے تو شریعت نے اس کا حل یہ پیش کیا ہے کہ یہ شخص عدالت میں حاکم مجاز کے سامنے چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ وہ اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگانے میں سچا ہے یا یہ بچہ یا حمل اس کا نہیں ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اسی طرح اس کی بیوی بھی اگر خاوند کے جواب میں چار مرتبہ قسم کھا کر کہہ دے کہ میرا خاوند جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر میرا خاوند سچا ہے (اور میں جھوٹی ہوں) تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔ اس صورت میں وہ زنا کی سزا سے بچ جائے گی اور اس کے بعد ان دونوں میاں بیوی میں ہمیشہ کے لئے جدائی ہو جائے گی۔ اسے لعان اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں دونوں ہی اپنے آپ کو جھوٹا ہونے کی صورت میں مستحق لعنت قرار دیتے ہیں۔ (تفسیر احسن البیان / اردو ص ۴۵۹) (انتخاب مترجم)

(1) سنن ابی داود ۲/ ۶۹۵ - مشکاۃ المصابیح حدیث ۳۳۱۶

لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ........ ﴾

(سورۃ البقرۃ/آیت ۲۷۸-۲۷۹)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے (لوگوں کے ذمہ پر) اس کو چھوڑ دو اگر تم واقعی ایماندار ہو۔ اور اگر تم ایسا نہیں کرتے (سود نہیں چھوڑتے) تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں سود کتنا بڑا جرم ہے یہ جاننے کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سود کھانے والوں سے اعلان جنگ کیا ہے شخصیات اور حکومتوں پر نگاہ رکھنے والا ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ سودی لین دین نے خطرناک حد تک خرابی ہلاکت اور تباہی مچائی ہے۔ دیوالیہ پن' مارکیٹوں کا مندا ہونا' اقتصادیات میں جمود' قرضوں کی ادائیگی سے عاجزی' معاشی ترقی میں تعطل' بے روزگاری کی شرح میں اضافہ' کمپنیوں اور اداروں کا انہدام' روزمرہ کی جانفشانی اور خون پسینے کی کمائی کو لمبے چوڑے سودی قرضوں کی ادائیگی میں بہا دینا' اور بے پناہ دولت کو صرف چند لوگوں (جاگیرداروں) کے ہاتھوں میں محصور کر دینے سے معاشرے میں طبقاتی امتیاز پیدا کرنا یہ سب سود ہی کی کارستانیاں ہیں اور شاید جنگ کی یہ بعض شکلیں ہیں کہ جس کی دھمکی اللہ تعالیٰ نے سودی لین دین کرنے والوں کو سنائی ہے۔

سودی لین دین میں ڈائریکٹ یا ان ڈائریکٹ شرکت کرنے والے تمام بنیادی فریق' دلال' معاون اور مددگار تمام اشخاص حضرت محمد ﷺ کی زبان نبوت سے ملعون قرار دیئے گئے ہیں۔

((عَنْ جَابِرٍ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبَا وَ مُؤْكِلَهُ وَ كَاتِبَهُ وَ شَاهِدَيْهِ وَ قَالَ هُمْ سَوَاءٌ))(صحیح مسلم ۱۲۱۹/۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے سود کھانے والے' کھلانے والے' لکھنے والے اور اس پر گواہ بننے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ گناہ میں یہ سب برابر کے شریک ہیں۔

اس حدیث کی بناء پر سودی کاروبار میں بطور کلرک کام کرنا' یا سودی لین دین کی تصحیح و ترتیب' رجسٹر میں اندراج' وصولی' سپردگی' چوکیداری' نیز رقم کو سودی بینکوں میں جمع کروانا ناجائز ہے مجمل طور پر یوں کہہ سکتے ہیں کہ سودی کاروبار میں کسی بھی طریقے سے شرکت یا مدد حرام ہے نبی کریم ﷺ سود جیسے کبیرہ گناہ کی قباحت کو واضح کرنے میں شدید حریص تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلرِّبَا ثَلاَثَةٌ وَ سَبْعُوْنَ بَابًا اَیْسَرُھَا اَنْ یَّنْکِحَ الرَّجُلُ اُمَّهُ ' وَ اِنَّ اَرْبَی الرِّبَا عِرْضُ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ)) (۱)

"سود کے تہتر (۷۳) دروازے ہیں ان میں سے سب سے ہلکے درجے کا سود گناہ میں اس طرح ہے کہ جیسے آدمی اپنی ماں کے ساتھ نکاح کر لے (یعنی سود کا گناہ سگی ماں کے ساتھ زنا کرنے سے بھی بدتر ہے) اور سب سے بڑا سود کسی مسلمان کی عزت پر حملہ اور زبان درازی کرنا ہے۔" (۲)

اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ مرفوع حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((دِرْهَمُ رِبًا یَاْکُلُهُ الرَّجُلُ وَ هُوَ یَعْلَمُ اَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَ ثَلاَثِیْنَ زَنْیَةٍ)) (۳)

"کوئی آدمی جانتے بوجھتے سود کا ایک درہم کھا لے تو یہ چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی بدتر گناہ ہے۔"

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر سودی لین دین امیر اور فقیر کے درمیان ہو تب منع ہے اور اگر دو غریبوں کے درمیان ہو تو جائز ہے حالانکہ سود کی حرمت عام ہے ہر حال میں اور

---

(۱) مستدرک حاکم ۲/ ۳۷۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث نمبر ۳۵۳۳

(۲) کیونکہ سود کا تعلق مال سے ہے اور عزت کا تعلق نفس سے ہے اور انسان کو اپنی عزت مال سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اسی لیے عزت میں تنقیص کو سود کی سب سے بڑی قسم قرار دے دیا۔

(۳) مسند احمد ۲۲۵/۵- صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث نمبر۳۳۷۵

ہر شخص کے لئے سود حرام ہے۔

ہمارا معاشرہ واضح گواہی دیتا ہے کہ سود کے سبب کتنے ہی بڑے بڑے تاجر اور مالدار فقیر بن گئے اور سودی کاروبار میں دولت چاہے کتنی ہی بڑھ جائے لیکن اس میں برکت ختم ہو کر رہتی ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَلرِّبَا وَ اِنْ كَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَتَهُ تَصِيْرُ اِلٰى قُلٍّ))(۱)

"سودی مال تعداد میں چاہے کتنا ہی بڑھ جائے لیکن اس کا انجام کار بالآخر خسارہ' کمی اور برکت کا خاتمہ ہوتا ہے۔"

اسی طرح سود کی حرمت اس کی شرح فیصد پر بھی منحصر نہیں کہ اگر اس کی شرح فیصد زیادہ ہو تو حرام ہے اور کم ہو تو جائز ہے بلکہ سود چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ ہر صورت ہی حرام ہے اور سودی شخص جب قیامت کے دن اپنی قبر سے اٹھایا جائے گا تو اس کی حالت ایسی ہو گی جیسے کسی کو شیطان نے چھو کر پاگل اور دیوانہ کر دیا ہو اور وہ دورہ پڑنے کی وجہ سے دائیں بائیں گرتا اٹھتا ہو۔ سود کے بدترین جرم ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس سے توبہ کرنے کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور توبہ کا طریقہ بھی بتلا دیا ہے چنانچہ سودی لوگوں سے مخاطب ہو کر رب کریم نے فرمایا:

﴿ .... وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴾ (سورة البقرة/آیت ۲۷۹)

"اگر تم توبہ کرنا چاہتے ہو تو راس المال (تمہارا اصل مال بغیر منافع کے) تمہارا ہی ہو گا نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے (یعنی تم اصل زر سے زیادہ وصول کرو گے تو یہ تمہاری طرف سے ظلم ہو گا اور اگر تمہیں اصل زر بھی نہ دیا جائے تو یہ تم پر ظلم ہو گا)

---

(۱) مستدرک حاکم ۳۷/۲- صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث نمبر۳۵۴۲

ہر مومن کو چاہئے کہ سود جیسے کبیرہ گناہ سے دور بھاگے اور اس کی قباحت اور برائی کا احساس دل میں پیدا کرے حتیٰ کہ جو لوگ چوری ہو جانے کے ڈر سے مجبوراً اپنی رقم سودی بینکوں میں رکھواتے ہیں انہیں بھی چاہئے کہ وہ یہ سمجھیں کہ ہم نے اضطراری حالت میں مردار کھانے والے کی مانند یا اس سے بھی بڑھ کر اپنے آپ کو لاچار اور مجبور سمجھتے ہوئے اپنا پیسہ بینک میں رکھوایا ہے اور ہم دلی طور پر اس سے خوش نہیں ہیں' نیز اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کے علاوہ سودی بینکوں کا متبادل کوئی دوسرا حل ایجاد کرنے کی بھی کوشش کریں۔ اور انہیں بینکوں سے سود کا مطالبہ کرنا کسی صورت جائز نہیں بلکہ اگر بینکوں کی طرف سے ان کے کھاتے میں سود رکھ بھی دیا جائے تو وہ اس سودی رقم سے چھٹکارا حاصل کرنے کی نیت سے اسے کسی جائز کام میں خرچ کر دیں اور صدقہ کی نیت نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صدقہ بھی پاک چیزوں سے ہی قبول کرتا ہے۔ اور وہ اس سودی پیسے سے کسی قسم کا استفادہ نہیں کر سکتے' کھانے پینے' کپڑے' رہائش' سواری' بیوی بچوں اور والدین کے واجب اخراجات' زکوٰۃ ادا کرنے' ٹیکسوں کی ادائیگی' اپنی جان سے ظلم کو دور کرنے الغرض کسی بھی مصرف میں اس سودی روپے پیسے کو استعمال میں نہیں لا سکتے بلکہ اللہ کی پکڑ سے ڈرتے ہوئے کسی طرح اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

سامان بیچتے وقت اس کے عیب چھپانا:

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اناج کے ڈھیر کے پاس سے گزرے اور اپنا ہاتھ مبارک غلہ کے انبار میں داخل کیا تو آپ کے ہاتھ کو تری محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے غلہ کے مالک سے پوچھا یہ تری کہاں سے آئی ہے؟ اس نے کہا! اے اللہ کے رسول بارش ہونے کی وجہ سے یہ اناج بھیگ گیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تو نے اس بھیگے ہوئے غلے کو ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ غلہ بھیگا ہوا ہے؟ پھر فرمایا:

((مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا)) (صحیح مسلم ۹۹/۱)

''جس نے دھوکہ' خیانت اور ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔''

آج کل خوف خدا سے عاری بہت سے تاجر اور سوداگر سامان تجارت کے عیب چھپانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے لئے وہ کئی طریقے استعمال کرتے ہیں مثلاً عیب والی جگہ پر پلاسٹر چپکا کر' یا خراب چیز کو سامان والی پٹی میں نیچے رکھ کر' یا کیمیائی ادویات وغیرہ استعمال کر کے سامان کو ظاہری طور پر دلکش بنا کر' یا الیکٹرونک مشین کی عیب والی آواز چھپا کر دھوکہ بازی سے کام لیتے ہیں اور جب گاہک سامان خرید کر گھر پہنچتا ہے تو سامان بہت جلد خراب یا ضائع ہو جاتا ہے اور بعض دکاندار تو سامان کی آخری تاریخ (Expiry Date) کو بدل دیتے ہیں یا گاہک کو سامان کا معائنہ اور جانچ پڑتال کرنے سے روکتے ہیں۔ اور خاص طور پر گاڑیاں اور مختلف آلات بیچنے والے بہت سے تاجر گاڑیاں وغیرہ فروخت کرتے وقت ان کے عیب لوگوں کو نہیں بتاتے جب کہ عیب چھپانا حرام ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ وَلاَ یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ بَاعَ مِنْ اَخِیْهِ بَیْعًا فِیْهِ عَیْبٌ اِلاَّ بَیَّنَهُ لَهُ))[1]

"مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے ہاتھ کوئی عیب والی چیز فروخت کرے اور اس کے عیب کو بیان نہ کرے بلکہ اس پر ضروری ہے کہ فروخت کے وقت سامان کے عیب کو لازماً واضح کرے۔"

گاڑیوں کا کاروبار کرنے والے بعض تاجر نیلام گھر میں یہ آواز لگاتے ہیں کہ میں لوہے کا ڈھیر بیچتا ہوں جو خریدنا چاہے یہ لوہا خرید لے اور وہ گاڑی کے عیب گاہک کو نہیں بتاتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ گاڑی کو لوہا کہہ کر ہم گناہ سے بری الذمہ ہو گئے ہیں حالانکہ ایسی تجارت برکت سے خالی ہوتی ہے جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَالَمْ یَتَفَرَّقَا' فَاِنْ صَدَقَا وَ بَیَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِی بَیْعِهِمَا' وَ اِنْ

---

(۱) سنن ابن ماجہ ۲/۷۵۴ - صحیح الجامع الصغیر/ البانی حدیث ۶۷۰۵

كَذَبَا وَ كَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا)) [1]

"خرید و فروخت کرنے والے دوکاندار اور گاہک جب تک مجلس میں موجود رہیں اپنے درمیان طے شدہ خرید و فروخت کو جاری رکھنے یا توڑنے کا پورا اختیار رکھتے ہیں- اگر وہ سچ بولیں اور معاملے کو بالکل واضح رکھیں تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور سامان تجارت کے عیوب چھپائیں تو ان کی خرید و فروخت سے برکت ختم ہو جاتی ہے-"

بھاؤ بڑھانا:

بعض لوگ بغیر ارادہ خریداری چیز کا بھاؤ بڑھاتے ہیں یا دوسروں سے بڑھ کر بولی لگاتے ہیں تاکہ گاہکوں کو دھوکہ دیں اور انہیں سامان اصل قیمت سے زیادہ قیمت پر خریدنے پر مجبور کریں جبکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ولا تناجشوا)) [2]

"بغیر ارادہ خریداری سامان کی قیمت میں اضافہ نہ کرو-"

(یا سامان کو مروج کرنے کے لئے اس کی جھوٹی تعریف نہ کرو)

یقیناً یہ دھوکے کی ایک قسم ہے اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((اَلْمَكْرُ وَالْخَدِيْعَةُ فِي النَّارِ)) [3]

"دھوکہ اور فراڈ بازی کرنے والے جہنم کی آگ میں ہیں"

منڈیوں' نیلام گھروں اور گاڑیوں کی مارکیٹوں میں سودا کرانے والے بہت سارے دلالوں کی کمائی ناپاک اور حرام ہے کیونکہ وہ اس میں بہت سے حرام کاموں کا ارتکاب کرتے

---

(۱) صحیح بخاری- دیکھئے فتح الباری ۳۲۸/۴

(۲) صحیح بخاری دیکھئے - فتح الباری ۴۸۴/۱۰

(۳) سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ- تالیف/الشیخ محمد ناصرالدین البانی حدیث نمبر ۱۰۵۷

ہیں مثلاً ان دلالوں کا اندرون خانہ سازش سے بغیر ارادہ خریداری کسی چیز کا بھاؤ بڑھانا' گاہک کو دھوکہ دینا' یا سامان بیچنے کے لئے آنے والے تاجر کو اس کے سامان کی قیمت بہت زیادہ گرا کر دھوکہ دینا حالانکہ یہی سامان اگر ان دلالوں کی اپنی ملکیت ہو تو وہ گاہکوں کا بھیس بدل کر اس سامان کا ریٹ بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر اس کو فروخت کریں اور اس طرح اللہ کے بندوں کو دھوکہ اور نقصان پہنچائیں۔

جمعہ کی دوسری اذان کے بعد خرید و فروخت کرنا:

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِىَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوْا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ (سورة الجمة/ آيت ۹)

"اے ایمان والو! جمعہ کے دن جب نماز (جمعہ) کے لئے پکارا جائے (اذان جمعہ دی جائے) تو تم اللہ کے ذکر (نماز جمعہ) کی طرف جلدی آیا کرو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ علم رکھتے ہو۔"

بعض دوکاندار جمعہ کی دوسری اذان کے بعد بھی اپنی دکانوں میں یا جامع مسجدوں کے آگے چیزیں فروخت کرنے میں مشغول رہتے ہیں اور جو لوگ ان سے چیزیں خریدتے ہیں وہ بھی گناہ میں ان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں چاہے وہ ایک مسواک ہی کیوں نہ خریدیں۔ اور راجح قول کے مطابق جو تجارت جمعہ کی دوسری اذان کے بعد کی جائے' باطل ہے۔

بعض ہوٹلوں' روٹی کی دکانوں' اور کارخانوں کے مالک اپنے پاس کام کرنے والے ملازموں کو نماز جمعہ کے وقت کام کرنے پر مجبور کرتے ہیں ان مالکان کو اگرچہ ظاہری طور پر اپنی تجارت بڑی نفع بخش نظر آتی ہے لیکن حقیقت میں انہیں سوائے نقصان کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور ملازموں پر بھی یہ واجب ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے مطابق عمل کریں۔

((لَا طَاعَةَ لِبَشَرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ))(۱)

"اللہ کی نافرمانی میں کسی انسان کا کہنا ماننا جائز نہیں"

باہم جوا کھیلنا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (سورة المائدة/ آيت ۹۰)

"(اے ایمان والو!---) بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر گندی باتیں' شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کامیاب و کامران ہو جاؤ۔"

زمانہ جاہلیت کے لوگ جوا کھیلتے تھے اور ان کے ہاں جوے کی سب سے مشہور شکل یہ تھی کہ دس آدمی اونٹ کی خریداری میں برابر کے شریک ہوتے پھر تیروں کے ذریعے قسمت آزمائی کرتے اور یہ ان کے ہاں قرعہ اندازی کی ایک معروف شکل تھی جس کی بناء پر اس اونٹ میں سے سات آدمیوں کو تو مختلف حصے مل جاتے اور تین آدمیوں کو کچھ بھی نہ ملتا۔

آج ہمارے موجودہ دور میں بھی جوا مختلف شکلوں میں موجود ہے جس کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) لاٹری:

لاٹری کی مختلف شکلیں ہیں سب سے معمولی قسم یہ ہے کہ پیسے خرچ کر کے نمبر یا ٹکٹ خریدنا پھر ان نمبروں کی بنیاد پر لاٹری نکلتی ہے جس کے نتیجے میں اول دوم' سوم آنے والوں کو مختلف انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ لوگ اپنے گمان کے مطابق اس کا نام چاہے

---

(۱) مسند احمد ۱۲۹/۱۔ احمد شاکر نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے دیکھئے حدیث نمبر۱۰۶۵۔ اس حدیث کی اصل صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔ (عبدالعزیز بن باز)

رفاہ عامہ یا خدمت خلق ہی کیوں نہ رکھیں بہرحال یہ جوے کی قسم ہے اور حرام ہے۔

اسی طرح کوئی سامان خریدنا اور اس کے اندر کی چیز نامعلوم ہو (مثلاً کوئی پیکٹ یا بند لفافہ خریدنا اور یہ معلوم نہیں کہ اس پیکٹ کے اندر کیا چیز ہے) یا سامان کی خریداری کے وقت نمبر دیا جانا اور پھر ان نمبروں پر لاٹری کا نکلنا تاکہ انعام جیتنے والوں کی تعیین کی جاسکے۔ یہ سب لاٹری ہی کی قسمیں ہیں۔

(۲) انشورنس:

انشورنس بھی جوئے کی ایک شکل ہے مثلاً اپنی زندگی' سواری' سامان کا بیمہ کرانا' نیز آگ سے بچنے کے لئے یا کسی دوسرے کی ایذا رسانی سے بچنے کے لئے یا اپنی زندگی کی ہر چیز بیمہ کروانا اس طرح انشورنس کی مختلف شکلیں آج ہمارے دور میں موجود ہیں حتیٰ کہ اب تو بعض گلوکار۔ اور گویے اپنی آوازوں کا بھی بیمہ کراتے ہیں۔ [۱]

مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ اور صورتیں بھی جوے میں شامل ہیں جن سے قرآن نے منع کیا ہے۔ اور اب موجودہ دور میں تو جوئے کے لئے خاص کلب موجود ہیں اور ان کلبوں میں جوئے جیسے عظیم ترین گناہ کا ارتکاب کرنے کے لئے خاص قسم کے سبز ٹیبل معروف ہیں۔ اسی طرح فٹ بال وغیرہ کے ٹورنامنٹ کے دوران لوگ مختلف قسم کی شرطیں اور بازیاں لگاتے ہیں یہ بھی جوئے کی ہی ایک قسم ہے۔ اسی طرح بعض کھلونوں کی دکانوں' کلبوں' اور سٹیڈیم وغیرہ میں مختلف قسم کے کھلونے اور گیمیں پائی جاتی ہیں جو جوئے پر مشتمل ہیں۔ جس طرح کہ "فلپرز" نامی کھیل۔ وغیرہ

اور جہاں تک مقابلوں کا تعلق ہے وہ تین قسم کے ہیں۔

---

(۱) انشورنس کے شرعی حکم اور اس کے اسلامی بدل کے موضوع پر مزید تفصیلات جاننے کے لئے عربی میگزین " مجلہ البحوث الاسلامیۃ " شمارہ ۱۷-۱۹-۲۰ کا مطالعہ کیجئے۔ یہ میگزین الرئاسۃ العامۃ لادارات البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد۔ الریاض۔ سعودی عرب سے شائع ہوتا ہے۔

(ا) شرعی و دینی مقصد والے مقابلے:

ایسے مقابلے انعام کے ساتھ بھی جائز ہیں اور بغیر انعام کے بھی درست ہیں جیسے مثلاً میدان جہاد میں استعمال ہونے والے اونٹوں' گھوڑوں کی دوڑ کے مقابلے' تیراندازی کا مقابلہ' نشانہ بازی کا مقابلہ' اور راجح قول کے مطابق شرعی علوم کی تحصیل کے مقابلے مثلاً قرآن مجید حفظ کرنے کا مقابلہ بھی اسی جائز قسم میں شمار ہوگا۔

(۲) ایسے مقابلے جن سے کوئی شرعی ہدف تو مقصود نہیں لیکن وہ مقابلے فی ذاتہ جائز ہیں جیسے مثلاً فٹ بال میچ کے مقابلے' دوڑ کے مقابلے بشرطیکہ وہ نمازوں کو ضائع کرنے یا واجب ستر کو ننگا کرنے جیسے گناہوں سے پاک ہوں اس قسم کے مقابلے بغیر انعام کے جائز ہیں۔

(۳) ایسے مقابلے جو فی ذاتہ حرام ہیں یا حرام تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں جیسے عورتوں کا مقابلہ حسن اور نتیجتاً کسی ایک کو ملکہ جمال قرار دیا جانا' یا باکسنگ کا مقابلہ جس میں چہرے پر مارا جاتا ہے جبکہ چہرے پر مارنا شریعت کی نگاہ میں حرام ہے' یا سینگوں والے مینڈھوں کو لڑانا' مرغوں کی لڑائی کرانا اور ان سے ملتے جلتے غلط کاموں پر مشتمل مقابلے حرام ہیں۔

چوری:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالاً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ (سورت المائدۃ/ آیت ۳۸)

"چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ ڈالو یہ بدلہ ہے ان کی کرتوت کا اور اللہ کی طرف سے تنبیہ اور عبرتناک سزا ہے اور اللہ تعالیٰ قوت اور حکمت والا ہے۔"

چوری کے جرائم میں سب سے بڑا جرم بیت اللہ شریف کے حاجیوں کی چوری کرنا ہے اور ایسا چور پوری روئے زمین میں سب سے افضل ترین جگہ مکہ المکرمۃ میں اللہ کے

پاک گھر کعبہ شریف کے پڑوس میں رہتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کی حدود کو کوئی اہمیت نہیں دیتا جب کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کسوف[1] کے دوران مشاہدہ جہنم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

((لَقَدْ جِيْئَ بِالنَّارِ وَذٰلِكَ حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِيْ تَاَخَّرْتُ مَخَافَةَ اَنْ يُّصِيْبَنِيْ مِنْ لَفْحِهَا، وَحَتّٰى رَاَيْتُ فِيْهَا صَاحِبَ الْمِحْجَنِ يَجُرُّ قُصْبَهُ (اَمْعَاءَ هُ) فِي النَّارِ كَانَ يَسْرِقُ الْحَاجَّ بِمِحْجَنِهِ فَاِنْ فُطِنَ لَهُ قَالَ اِنَّمَا تَعَلَّقَ بِمِحْجَنِيْ وَاِنْ غَفَلَ عَنْهُ ذَهَبَ بِهِ)) (صحيح مسلم/حديث ۹۰۴)

"میرے سامنے جہنم کی آگ کو لایا گیا جس وقت تم نے مجھے دیکھا کہ میں (دوران نماز) تھوڑا سا پیچھے ہٹا کہ کہیں اس کی جھلسا دینے والی آگ مجھے نقصان نہ پہنچائے حتے کہ میں نے اس میں مڑھی لاٹھی والے کو بھی دیکھا جو اپنی آنتوں کو جہنم میں کھینچ رہا تھا' اس کا جرم یہ تھا کہ ٹیڑھے سرے والی لاٹھی کے ساتھ حاجیوں کا سامان چراتا تھا (گزرتے ہوئے لاٹھی کے مڑھے سرے کے ساتھ کسی حاجی کا سامان وغیرہ اچک لیتا) اگر حاجی کو پتہ چل جاتا تو اسے کہتا کہ تمہارا سامان بغیر ارادہ میری لاٹھی کے ساتھ اٹک گیا تھا اور اگر حاجی کو خبر نہ ہو پاتی تو وہ سامان لے کر چلا جاتا"

مسلمانوں کے مشترکہ عام مال و دولت کی چوری بھی سنگین جرم ہے[2] اور ایسی چوری کا ارتکاب کرنے والے لوگ اپنی اس حرکت کو جائز کرنے کے لئے دلیل یہ دیتے ہیں کہ صرف ہم ہی اکیلے تو نہیں اور بھی بہت دنیا ایسے ہی کرتی ہے حالانکہ وہ یہ نہیں سوچتے کہ یہ تمام مسلمانوں کی چوری شمار ہوتی ہے کیونکہ سرکاری مال تمام مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت ہوتا ہے اور خوف خدا سے عاری لوگوں کے فعل کو وجہ جواز بنا کر ان کی تقلید کرنا کسی طرح

---

(۱) نماز کسوف سے وہ دو رکعت نفل نماز مراد ہے جو سورج کو گہن لگنے کے وقت ادا کی جاتی ہے مزید تفصیلات جاننے کے لئے حدیث اور فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ (مترجم)

(۲) مثلاً حکومتی املاک کی چوری کہ جس کی ملکیت میں تمام مسلمان برابر کے شریک ہوتے ہیں جس طرح کہ بعض لوگ شادی بیاہ اور مختلف تقریبات میں ناجائز طور پر واپڈا بجلی کی چوری کرتے ہیں۔ (مترجم)

درست نہیں۔

اور بعض لوگ کافروں کے مال چرانے کو کوئی گناہ نہیں سمجھتے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ چونکہ وہ کافر ہیں لہٰذا ان کے مال کی چوری میں کوئی حرج نہیں حالانکہ یہ بات بھی کسی طرح درست نہیں۔ جن کافروں کے مال لوٹنا جائز ہیں اس سے مراد صرف وہ جنگجو کافر ہیں جو مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑنے میں مصروف ہوں۔ تمام کافر کمپنیاں یا ان کے افراد مراد نہیں ہیں۔

خفیہ طریقے سے دوسروں کی جیبوں پر ہاتھ صاف کرنا بھی چوری کا ایک ذریعہ ہے۔ بعض لوگ دوسروں کے گھر مہمان بن کر جاتے ہیں اور میزبان کے گھر کا صفایا کر دیتے ہیں اور بعض میزبان بھی ایسے ہوتے ہیں جو اپنے مہمان کے بیگ پر ہاتھ صاف کرتے ہیں اور بعض لوگ مارکیٹوں اور دکانوں میں گھس کر اپنی جیبوں یا کپڑوں میں کچھ سامان چھپا لیتے ہیں اسی طرح بعض عورتیں بھی دکانوں سے خفیہ طور پر سامان چرا کر اپنے کپڑوں میں چھپا لیتی ہیں اور بعض لوگ سستی یا تھوڑی چیزوں کی چوری کو بہت معمولی سمجھتے ہیں جبکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ))

(صحیح بخاری، دیکھئے فتح الباری ۸۱/۱۲)

"ایسے چور پر اللہ کی لعنت ہو جو ایک انڈا چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ اور ایک رسی چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔"

جس شخص نے کوئی چیز چرائی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے سامنے سچی توبہ کرنے کے بعد چرائی ہوئی چیز کو ظاہری طور پر یا پوشیدہ طریقے سے یا کسی شخص کے واسطے سے اس کے اصل مالک کی طرف واپس لوٹا دے اور اگر پوری کوشش اور تگ و دو کے باوجود بھی اس چیز کے مالک یا وارث کو تلاش کرنے سے عاجز آ جائے تو پھر مالک کی طرف سے ثواب کی نیت کر کے اس چیز کو اللہ کے راستے میں صدقہ خیرات کر دے۔

رشوت لینا اور دینا:

کسی صاحب حق کا حق غصب کرنے' سچ کو جھوٹ ثابت کرنے یا باطل رائج کرنے کے لئے قاضی یا حاکم کو رشوت دینا بہت بڑا جرم ہے۔ کیونکہ یہ صاحب حق کے ساتھ ناانصافی' فیصلے میں ظلم' اور فساد پھیلانے کا ذریعہ ہے۔

ارشاد الٰہی ہے۔

﴿ وَلَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَا اِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ (سورة البقرة/ آیت ۱۸۸)

"اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو اور ظلم و ستم سے کسی کا کچھ مال ہتھیانے کے لئے حاکموں کو رشوت بھی نہ دیا کرو حالانکہ تم (حقیقت کو) اچھی طرح جانتے بھی ہو۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ فِي الْحُكْمِ))

(مسند احمد ۲/۳۸۷۔ صحیح الجامع الصغیر/ البانی حدیث نمبر ۵۰۶۹)

"(اپنے حق میں) فیصلہ کروانے کے لئے رشوت دینے اور لینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔"

لیکن اگر کوئی ایسی صورت بن جائے کہ اپنے جائز حق کا حصول یا ظلم کو روکنا بغیر رشوت دیئے ممکن نہ ہو تو ایسی مجبوری کی حالت میں رشوت دینے والا شخص مذکورہ بالا نبوی وعید میں داخل نہ ہوگا۔

موجودہ زمانے میں رشوت بہت وسیع پیمانے پر پھیل چکی ہے حتیٰ کہ بعض ملازمین کی تنخواہوں سے بڑھ کر رشوت ان کا ذریعہ آمدنی ہے بلکہ بہت سی کمپنیوں کے بجٹ میں مختلف ناموں کے ساتھ رشوت ایک مستقل دفعہ (Article) بن گئی ہے اور بہت سے معاملات ایسے ہو گئے ہیں جو رشوت سے ہی شروع ہوتے ہیں اور رشوت پر ہی ختم ہوتے ہیں جس سے غریبوں

کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے رشوت کے سبب بہت سے عہد خراب ہو گئے نیز ملازمین و کارکنوں کو خراب کرنے میں رشوت کا بہت بڑا عمل دخل ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو رشوت ادا کرے اس کا کام بہت اچھے طریقے سے کیا جاتا ہے اور جو بیچارہ رشوت ادا نہ کر سکے اس کا کام کرنے میں لاپرواہی برتی جاتی ہے یا اس کے معاملے کو لیٹ کر دیا جاتا ہے یا اس کا کام خراب طریقے سے ردی قسم کا کیا جاتا ہے اور اس کے بعد آنے والے رشوت دے کر اپنا کام کرا کے جا چکے ہوتے ہیں جبکہ وہ لائن میں کھڑا منہ تکتا رہ جاتا ہے۔ اور تجارت کے عوض میں حاصل ہونے والا جو منافع کمپنی کے مالک کا حق تھا اسی رشوت کے سبب اس کے اپنے ہی مقرر کردہ ایجنٹوں کی جیبوں میں جا پہنچتا ہے تو ان اور انہی جیسے دیگر اسباب اور خرابیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی تعجب نہیں کہ رشوت کے جرم میں شریک تمام بنیادی فریقوں کے خلاف نبی کریم ﷺ بد دعا کریں کہ اللہ انہیں اپنی رحمت سے دور کر دے اور وہ لعنت الٰہی کے مستحق ٹھہریں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ))[1]

"رشوت دینے اور لینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو"

کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنا:

جب کسی کے دل میں اللہ کا خوف ختم ہو جائے تو اس کی طاقت و قوت اس کے خلاف وبال جان بن جاتی ہے اور پھر وہ اپنی طاقت دوسروں کے مال و دولت اور زمینوں پر ناجائز قبضہ کرنے اور ظلم و ستم کرنے میں استعمال کرتا ہے۔ کسی کی زمین کو ناحق غصب کرنے پر شریعت نے سخت ترین سزا سنائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَخَذَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَى سَبْعِ

---

(۱) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۳۱۳۔ صحیح الجامع الصغیر/ البانی حدیث نمبر ۵۱۱۴

اَرْضِيْنَ))[1]

"جس نے کسی کی زمین پر ناحق قبضہ کیا اسے قیامت کے دن ساتوں زمینوں کے نیچے تک دھنسا دیا جائے گا۔"

حضرت یعلیٰ بن مرة رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَيُّمَا رَجُلٍ ظَلَمَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ كَلَّفَهُ اللّٰهُ أَنْ يَّحْفِرَهُ (وَ فِي الطَّبْرانِي: يَحْضُرَهُ) حَتّٰى اٰخِرَ سَبْعِ اَرْضِيْنَ ثُمَّ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَقْضِيَ بَيْنَ النَّاسِ))[2]

"جس آدمی نے ظلم کے ساتھ ایک بالشت بھر زمین بھی ہتھیا لی اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن یہ سزا دیں گے کہ وہ اس حصے کو ساتوں زمینوں کے نیچے تک کھودے گا پھر ان ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر اس کے گلے میں اس وقت تک ڈال دیا جائے گا جب تک اللہ تعالیٰ لوگوں کے فیصلے کر کے فارغ نہیں ہو جاتے۔"

کسی زمین پر ناجائز غاصبانہ قبضہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اپنی زمین کو وسیع کرنے کے لئے زمین کی حدود اور علامات میں رد و بدل کر کے اپنے پڑوسی کی زمین کا کچھ حصہ اپنی زمین میں ملا لے اور اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الاَرْضِ)) (صحیح مسلم بشرح النووی ۱۴۱/۱۳)

"جس نے زمین کی حدود اور علامات کو بدلا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔"

سفارش کرنے کے عوض تحائف قبول کرنا:

لوگوں میں اثر و رسوخ' بلند رتبہ یا کسی اعلیٰ منصب کا حصول اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر بہت بڑا انعام الٰہی ہے بشرطیکہ انسان اس نعمت الٰہیہ کا شکر ادا کرے اور شکر کا ایک

---

(۱) صحیح بخاری۔ دیکھئے فتح الباری ۱۰۳/۵

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی ۲۷۰/۲۲۔ صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث نمبر ۲۷۱۹

طریقہ یہ بھی ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کو نفع پہنچانے کے لئے اپنے اثر و رسوخ اور منصب کو استعمال میں لائے۔ اور یہ نبی کریم ﷺ کے اس عمومی فرمان میں داخل ہو گا۔

((مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَّنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ)) (صحیح مسلم ۴/۱۷۲۶)

"تم میں سے جو اپنے کسی مسلمان بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو اسے ضرور نفع پہنچانا چاہیے۔"

اگر کسی صاحب اثر و رسوخ نے حرام کام کا ارتکاب کیے بغیر یا کسی کے حق پر زیادتی کیے بغیر بالکل خالص نیت کے ساتھ اپنے کسی مسلمان بھائی سے ظلم کو دور کرنے یا اسے اس کا حق واپس دلانے کے لئے اپنے اثر و رسوخ کا استعمال کیا تو ان شاء اللہ وہ اللہ کے ہاں اس کا بہت بڑا اجر عظیم پائے گا۔

جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اِشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا)) [1] (اپنے مسلمان بھائیوں کی) سفارش کرو اللہ کے ہاں اجر پاؤ گے۔

لیکن سفارش کرنے کے عوض ہدیہ یا معاوضہ قبول کرنا جائز نہیں اور اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ شَفَعَ لِاَحَدٍ شَفَاعَةً فَاَهْدٰى لَهُ هَدِيَّةً (عَلَيْهَا) فَقَبِلَهَا (مِنْهُ) فَقَدْ اَتٰى بَابًا عَظِيْمًا مِنْ اَبْوَابِ الرِّبَا)) [2]

"جس نے کسی کی سفارش کی اور اس سفارش کے عوض اسے تحفہ دیا گیا اور اس نے وہ تحفہ قبول کر لیا تو اس نے سود کی ایک بہت بڑی قسم کا ارتکاب کیا۔"

بعض لوگ کسی شخص کو ملازمت دلوانے، کسی کی ٹرانسفر کروانے، مریض کو مفت علاج کی سہولت مہیا کرنے یا اس جیسے دیگر کام کروانے کے لئے خود یہ شرطیہ پیشکش کرتے ہیں کہ اگر تم ہمیں اتنی رقم دے دو تو ہم اپنی سفارش، واسطے، پہنچ اور اثر و رسوخ کو استعمال

---

(۱) ابوداؤد حدیث نمبر ۵۱۳۲۔ نیز دیکھئے صحیح بخاری و صحیح مسلم۔ اور فتح الباری ۱۰/۴۵۰

(۲) مسند احمد جلد ۵/۲۶۱۔ صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث نمبر ۶۲۹۲

کر کے تمہارا کام کروا دیں گے جبکہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ گزشتہ حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے راجح اور صحیح بات یہ ہے کہ سفارش کرنے پر اس کا معاوضہ وصول کرنا حرام ہے بلکہ سابقہ شرط لگائے بغیر بھی اگر کسی سے سفارش کا معاوضہ وصول کرے تب بھی اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے ناجائز قرار پاتا ہے۔ (۱)

کسی کے ساتھ نیکی کرنے والے کو اپنی نگاہ ہمیشہ اس اجر و ثواب پر ہی رکھنی چاہئے جو اسے اللہ کے ہاں قیامت کے دن نصیب ہو گا۔ ایک آدمی کو اپنا کوئی کام کروانے کے لئے سفارش کی ضرورت تھی وہ حسن بن سہل (۲) کے پاس سفارش کا طلب گار بن کر آیا۔ حسن بن سہل نے سفارش کر کے اس کا کام کروا دیا تو وہ آدمی حسن بن سہل کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ حسن بن سہل نے کہا: تم کس چیز پر ہمارا شکریہ ادا کر رہے ہو؟ جبکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح مال کی زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے اسی طرح جاہ و منصب اور اثر و رسوخ کی بھی زکوٰۃ ہوتی ہے تمہارا کام کر کے درحقیقت میں نے اپنے جاہ و منصب کی زکوٰۃ نکالی ہے۔ (۳)

یہاں پر یہ اشارہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے معاملے کی دیکھ بھال کروانے یا کارروائی مکمل کروانے کے لئے اگر کسی شخص کو اجرت پر رکھ لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ اجارۃ (مزدوری پر کوئی کام کروانا) کے قبیل سے ہے جو کہ شرعی شروط کے ساتھ جائز ہے۔ لیکن اگر کوئی اپنے اثر و رسوخ، وساطت اور سفارش کو استعمال ہی تب کرے جب اسے مال دیا جائے تب ممنوع ہو گا۔

---

(۱) اس مسئلہ میں مجھے شیخ عبدالعزیز بن باز نے بالمشافہ مستفید فرمایا: (مؤلف)

(۲) حسن بن سہل بن عبداللہ السرخسی اپنے زمانے کا مشہور قائد، ادیب اور فصاحت و بلاغت سخاوت اور ذہانت میں بے مثل شخصیت اور عباسی خلیفہ مامون کا وزیر تھا۔ خلیفہ مامون اس کی بہت عزت کرتا تھا۔ ۱۶۶ہجری میں پیدا ہوا اور ۲۳۶ہجری خراسان کے شہر سرخس میں فوت ہوا۔ (الاعلام/ خیر الدین الزرکلی ۱۹۲/۳) (از مترجم)

(۳) الآداب الشرعیة/ ابن المفلح ۱۷۶/۲

مزدور سے کام مکمل لینا اور اس کی مزدوری پوری نہ دینا:

مزدور کا حق جلد از جلد ادا کرنے کی نبی کریم ﷺ نے بہت تاکید کی ہے ارشاد نبوی ہے:

((اَعْطُوْا الْاَجِيْرَ اَجْرَهُ قَبْلَ اَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهُ))[1]

"مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی اجرت دے دو۔"

مسلمان معاشروں میں ایک ظلم یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بعض کارکنوں' مزدوروں اور ملازموں کو ان کے حقوق نہیں دیئے جاتے۔ مزدوروں پر ہونے والے ظلم و ستم کی چند صورتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) مزدور کے حق کا مکمل طور پر انکار کر دینا جبکہ مزدور کے پاس کوئی دلیل بھی نہ ہو جس سے وہ اپنا حق ثابت کر سکے اس مزدور کا حق دنیا میں تو ضائع ہو گیا لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں تو ہرگز ضائع نہ ہو گا۔ مظلوم کا مال کھانے والے کو قیامت کے دن میدان حشر میں لایا جائے گا اور اس کی نیکیاں مظلوم کو دے دی جائیں گی اگر ظالم کی نیکیاں ختم ہو گئیں اور مظلوم کے حقوق ابھی باقی ہوئے تو مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اس ظالم کو گھسیٹ کر جہنم میں پھینکا جائے گا۔

(۲) مزدور کا حق پورا ادا نہ کرنا بلکہ ناحق طور پر بلاوجہ اس کی تنخواہ وغیرہ میں کمی کر دینا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ﴾ (سورة المطففين/آیت ۱)

"ناپ تول وغیرہ میں کمی کرنے والوں کے لئے خرابی ہلاکت تباہی اور بربادی ہے۔"

اور اس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ بعض کفیل (مالکان) ویزے بھیج کر مختلف ملکوں

---

(۱) سنن ابن ماجہ ۲/۷/۸۱۷۔ صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث نمبر۱۴۹۳۔ (درست یہ ہے کہ اس حدیث کو صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا جائے کیونکہ اس میں کچھ ضعف ہے۔ ابن باز)

سے ملازم منگواتے ہیں اور ان ملازموں کے ساتھ انہوں نے ایگریمنٹ فارم کے ذریعے ایک مخصوص تنخواہ پر اتفاقیہ کیا ہوتا ہے لیکن جب ملازم کفیل کی ماتحتی میں آکر کام شروع کر دیتے ہیں تو کفیل ایگریمنٹ فارم میں رد و بدل کر کے تنخواہ کم کر دیتا ہے اب مزدور بیچارے مجبوراً ناخوشی اسی کم تنخواہ پر ہی کام کرتے ہیں۔ [1] اور بسا اوقات (عربی زبان سے ناواقفیت یا ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے) وہ اپنا حق بھی ثابت نہیں کر سکتے اور اپنے معاملے کا شکوہ اللہ ہی کے سپرد کر دیتے ہیں۔

اور اگر مالک مسلمان ہو اور مزدور کافر ہو اور پھر مسلمان مالک اس کافر مزدور پر اس طرح ظلم کرے تو یہ اس کے قبول اسلام کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے اور اس طرح مالک اس مزدور کے اسلام نہ لانے کا گناہ بھی اپنے سر اٹھا لیتا ہے۔

(۳) مزدور پر طے شدہ اتفاق سے بڑھ کر مزید اضافی کام ڈال دینا یا کام کی مدت بڑھا دینا (مثلاً روزانہ آٹھ گھنٹے کام کرنے پر اتفاق تھا لیکن کام بارہ گھنٹے لینا) اور مقررہ وقت سے زیادہ اوور ٹائم کی اجرت بھی نہ دینا۔

(۴) مزدور کے حقوق ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا اور مزدور کی طرف سے زبردست کوششوں، شکایتوں، مسلسل پیروی اور عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد اسے تنخواہ وغیرہ مہیا کرنا اور بعض اوقات ٹال مٹول کرنے سے مالک کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مزدور اکتا کر اپنے حق سے دستبردار ہو جائے اور تنخواہ کا مطالبہ ترک کر دے۔ یا مالک مزدوروں کی تنخواہیں روک کر ان پیسوں کو اپنے کاروبار میں لگانا چاہتا ہے اور بعض مالکان تو اپنے ماتحت ملازموں کی تنخواہیں

---

(۱) کیونکہ ویزا اور ٹکٹ خریدنے کے لئے انہوں نے قرض پکڑ کر اسی/نوے ہزار روپیہ خرچ کیا ہوتا ہے اور اب ان کے سامنے دو ہی راستے ہوتے ہیں یا تو کم تنخواہ پر کام نہ کریں اور جس طرح خالی ہاتھ آئے تھے اسی طرح خالی ہاتھ واپس لوٹ جائیں اور ساری زندگی قرض کے بوجھ تلے دبے رہیں یا پھر مجبوراً اسی کم تنخواہ پر ہی کام کریں اور عمومی طور پر لوگ دوسرا راستہ ہی اختیار کرتے ہیں لیکن پتھر کی طرح سخت دل ان ظالم مالکان کو مزدوروں پر کوئی ترس نہیں آتا۔ و الی اللہ المشتکی۔ (مترجم)

آگے سودی قرضوں پر دے دیتے ہیں جبکہ بیچارے مسکین ملازم کے پاس گھر میں بیوی بچوں کا خرچہ بھیجنے اور خود اپنے لیے ایک دن کا راشن بھی نہیں ہوتا حالانکہ وہ بیوی بچوں کی خاطر ملک بدر ہو کر یہاں پردیس میں آیا تھا۔ ایسے ظالم مالکان کے لئے تباہی اور بربادی ہو اور قیامت کے دن دردناک عذاب چکھنے کے لئے انہیں تیار رہنا چاہئے۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ' رَجُلٌ اَعْطٰی بِیْ ثُمَّ غَدَرَ ' وَ رَجُلٌ بَاعَ حُرًّا وَ أَكَلَ ثَمَنَهُ ' وَ رَجُلٌ اِسْتَاْجَرَ اَجِیْرًا فَاسْتَوْفٰی مِنْهُ وَ لَمْ یُعْطِهِ أَجْرَهُ))[1]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قیامت کے دن تین آدمیوں سے میں بذات خود جھگڑا کروں گا۔[2] ایک وہ آدمی جس نے میرے نام پر کسی کو امان دی اور پھر اس سے عہد شکنی کی۔ دوسرا وہ آدمی جس نے کسی آزاد انسان کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔ اور تیسرا وہ آدمی جس نے کسی مزدور سے پورا کام لیا لیکن اس کو اس کی اجرت نہ دی۔"

عطیہ دینے میں اولاد کے درمیان ناانصافی:

بعض لوگ اپنی اولاد میں سے کسی کو عطیات اور تحائف سے نوازتے اور کسی کو محروم رکھتے ہیں اولاد کے درمیان ایسی ناانصافی حرام ہے ہاں اگر کوئی شرعی وجہ جواز ہو تو اولاد میں سے کسی ایک کو عطیہ دیا جا سکتا ہے۔ جیسے اولاد میں سے کسی ایک پر کوئی ایسی ضرورت یا مصیبت آن پڑی جو دوسروں پر نہیں آئی مثلاً وہ بیماری میں مبتلا ہو گیا یا قرض کے بوجھ تلے دب گیا یا اسے کوئی ذریعہ معاش نہیں ملتا' یا اس کے بال بچے بہت زیادہ ہیں' یا اس نے اپنے آپ

---

(۱) صحیح بخاری۔ دیکھئے فتح الباری شرح صحیح بخاری ۴/۷۴۴

(۲) سنن ابن ماجہ کی حدیث میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ ((وَ مَنْ كُنْتُ خَصْمُهُ خَصَمْتُهُ)) جس کا مخالف میں ہو جاؤں میں اسے شکست دے دیتا ہوں۔ (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۴۴۲) (مترجم)

کو حصول علم کے لئے وقف کر رکھا ہے اور اس کا کوئی ذریعہ معاش نہیں' یا مثلاً اس نے مکمل قرآن حکیم حفظ کیا تو والد نے اس کی اس عظیم محنت پر اس کو بطور انعام عطیہ دیا۔ [1] تو ان شرعی وجوہات کی بناء پر اگر والد اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو بطور خاص عطیہ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن ساتھ نیت میں یہ بھی رکھے کہ اگر میری باقی اولاد میں سے بھی کوئی دوسرا اس طرح کا ضرورت مند ہو گا تو میں اس کو بھی اسی طرح عطیہ دوں گا جس طرح میں نے اپنے اس ضرورت مند بیٹے کو دیا ہے۔

اس کی عام دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ .... اِعۡدِلُوۡا هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى وَ اتَّقُوا اللّٰهَ .... ﴾ (سورة المائدة/ آیت ۸)

"عدل و انصاف کیا کرو یہی تقوے کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔"

اور خاص دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے باپ بشیر رضی اللہ عنہ مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

اِنِّیۡ نَحَلۡتُ اِبۡنِیۡ هٰذَا غُلَامًا

"میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام عطیہ کیا ہے"

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تو نے اپنے تمام بیٹوں کو اس طرح کا غلام عطیہ دیا ہے؟

میرے باپ نے کہا: نہیں یا رسول اللہ!

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس غلام کو واپس لوٹا لو۔ [2]

---

(۱) عمومی طور پر اس سے ملتی جلتی ہر وہ صورت جس میں بیٹا کمانے سے عاجز اور باپ قادر ہو تو باپ اپنے اس مخصوص بیٹے پر خاص طور سے خرچ کر سکتا ہے۔ (ابن باز)

(۲) صحیح بخاری۔ دیکھئے فتح الباری ۲۱۱/۵

اور ایک حدیث کے لفظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ)) ''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو!''

اور ایک دوسری حدیث کے الفاظ یوں ہیں۔ ((فَلَا تُشْهِدْنِيْ اِذًا فَاِنِّيْ لَا اَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ)) ''تب مجھے اس پر گواہ مت بنا کیونکہ میں ظلم پر کسی کا گواہ نہیں بنتا۔''(۱)

چنانچہ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ گھر واپس لوٹے اور اپنے عطیے کو بیٹے سے واپس لے لیا۔(۲)

بعض خاندانوں اور کنبوں کے حالات کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ کچھ آباء و اجداد عطیہ وغیرہ دینے میں اپنی اولاد میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتے ہیں اور اللہ سے نہیں ڈرتے اور اس طرح وہ اپنی اولاد کے مابین دشمنی اور بغض کا بیج بوتے اور ایک دوسرے کے خلاف ان کے سینوں میں غصے کی آگ بھڑکاتے ہیں۔ کسی بیٹے کو محض اس لیے عطیہ سے نوازا کہ وہ شکل و صورت میں اپنے چچوں پر گیا ہے اور کسی کو محض اس لئے محروم رکھا کہ وہ اپنے ماموں کے مشابہ ہے۔ یا مثلاً کسی کی دو بیویاں ہوں ایک بیوی کی اولاد کو تو بہت کچھ نوازا اور دوسری بیوی کی اولاد کو محروم رکھا۔ یا ایک بیوی کی اولاد کو تو بڑے اعلیٰ درجے کے سپیشل سکولوں میں داخل کروایا اور دوسری بیوی کی اولاد سے اس کے برعکس سلوک کیا۔

اولاد میں اس ناانصافی کا بھیانک انجام باپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا پڑے گا کیونکہ باپ کی نظروں سے گرا ہوا شفقت پدری سے محروم بچہ عموماً مستقبل میں اپنے باپ کا فرمانبردار نہیں ہوتا عہد نبوی میں جس آدمی نے عطیہ دیتے وقت اپنی اولاد میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی تھی نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا:

((اَلَيْسَ يَسُرُّكَ اَنْ يَكُوْنُوْا اِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً)) (۳)

''کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ تیری فرمانبرداری کرنے میں تیرے تمام بیٹے برابر کے شریک

---

(۱) صحیح مسلم ۱۲۴۳/۳

(۲) فتح الباری ۲۱۱/۵

(۳) مسند احمد ۲۶۹/۴۔ صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۶۲۳

ہوں۔"

بغیر ضرورت لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر گداگری کرنا:

حضرت سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ سَأَلَ وَعِنْدَهُ مَا يُغْنِيهِ فَإِنَّمَا يَسْتَكْثِرُ مِنْ جَمْرِ جَهَنَّمَ' قَالُوْا: وَمَا الْغِنَى الَّذِیْ لَا يَنْبَغِيْ مَعَهُ الْمَسْأَلَةُ؟ قَالَ: قَدْرُ مَا يُغَدِّيهِ وَ يُعَشِّيهِ))[1]

"جس شخص نے بے نیاز ہوتے ہوئے گداگر بن کر کسی کے سامنے دست سوال دراز کیا وہ جہنم کے انگارے جمع کرتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! اس بے نیازی کی حد کیا ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے سوال کرنا منع ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس دوپہر اور شام کا کھانا موجود ہو وہ غنی ہے"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ سَأَلَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُدُوْشًا أَوْ كُدُوْشًا فِي وَجْهِهِ))[2]

"جو غنی ہوتے ہوئے بھی لوگوں سے بھیک مانگے وہ بھیک قیامت کے دن اس کے چہرے میں زخم بن کر ظاہر ہو گی"

بعض گداگر مسجدوں میں لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی شکایات سناتے اور نمازیوں کے ذکر اذکار کا موقع خراب کرتے ہیں اور بعض جھوٹے کاغذات بنا کر من گھڑت قصے سنا کر جھوٹ بولتے ہیں اور بعض پیشہ ور سوالی تو اپنے خاندان کے افراد کو مختلف مسجدیں تقسیم

---

(۱) سنن ابی داوٗد جلد ۲/۲۸۱۔ صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث نمبر ۶۲۸۰

(۲) مسند احمد ۱/۳۸۸۔ صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث نمبر ۶۲۵۵۔ (صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ سَأَلَ النَّاسَ اَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ)) "جس نے اپنی دولت بڑھانے کی غرض سے لوگوں سے بھیک مانگی وہ جہنم کے انگارے اکٹھے کر رہا ہے اب اس کی مرضی ہے چاہے زیادہ لے یا تھوڑے۔ (ابن باز)

کر دیتے ہیں کہ فلاں نے فلاں مسجد میں بھیک مانگی ہے تو فلاں نے فلاں مسجد میں اور اس طرح وہ مختلف مسجدوں میں منتقل ہوتے رہتے ہیں اور بعد میں سب کو اکٹھا کر کے حساب کرتے ہیں کہ آج کتنا منافع ہوا! حالانکہ وہ اس قدر غنی ہوتے ہیں کہ ماسوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اور جب وہ مرتے ہیں تب ان کی جائیداد اور مال لوگوں کے سامنے ظاہر ہوتے ہیں اور اس کے برعکس کچھ لوگ ایسے حقیقی محتاج اور فقیر بھی ہیں کہ وہ شرم اور عفت کے مارے لوگوں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے اور نہ ہی اصرار کے ساتھ لوگوں سے بھیک مانگتے ہیں اور ان کی اس ظاہری بے نیازی کو دیکھ کر ان کی اصل حقیقت حال سے ناواقف انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ غنی ہیں اور تبھی ان پر صدقہ خیرات کرنے کی طرف کسی کا دھیان نہیں جاتا۔

واپس نہ کرنے کی نیت سے قرض لینا:

حقوق العباد اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت اہمیت رکھتے ہیں حقوق اللہ سے تو بندہ توبہ کے ذریعے بری ہو سکتا ہے لیکن حقوق العباد کی ادائیگی سے اس وقت تک چھٹکارا ممکن نہیں جب تک قیامت کا وہ دن نہیں آ جاتا کہ جس دن درہم و دینار کام نہیں آئیں گے بلکہ نیکیوں یا گناہوں کے ساتھ فیصلے ہوں گے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا ﴾ (سورۃ النساء/ آیت ۵۸)

"اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں واپس لوٹا دو۔"

قرض لینے میں تساہل برتنا ہمارے معاشرے میں عام سی بات ہو گئی ہے۔ قرض لینے والے بعض لوگ اس لیے قرض نہیں لیتے کہ وہ سخت ضرورت مند ہیں بلکہ محض اپنی مادی عیش پرستی کو وسعت دینے اور دوسروں کی اندھی تقلید کرتے ہوئے نئی گاڑی، گھر کا نیا سامان وغیرہ خریدنے کے لئے قرض کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور اکثر حالات میں ایسے لوگ قسطوں پر چیزیں خریدنے کی وجہ سے قسطوں کے چکر میں پھنسے رہتے ہیں جبکہ قسطوں والی خرید و فروخت کی بہت سی شکلیں شبہ یا حرام سے خالی نہیں۔ بغیر شدید ضرورت کے قرض لینے میں جلد بازی کا نتیجہ بعد میں ادائیگی قرض میں ٹال مٹول یا دوسروں کے اموال ضائع کرنے کی صورت میں ظاہر

ہوتا ہے۔

قرض لے کر واپس نہ کرنے کے برے انجام سے ڈراتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَائَهَا اَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ ' وَ مَنْ أَخَذَ يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ)) (۱)

"جس نے لوگوں سے اس نیت سے (قرض وغیرہ کی صورت میں) مال لیا کہ بعد میں ادا کروں گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے ادا کر دیتے ہیں (یعنی قرض کی ادائیگی میں اس کی مدد کرتے ہیں) اور جس نے ضائع اور ہڑپ کر جانے کی نیت سے لوگوں کا مال لیا تو اللہ تعالیٰ بھی اسے ضائع کر دیتے ہیں"

ادائیگی قرض میں تساہل برتنا بہت عام ہو چکا ہے اور لوگوں کی نگاہ میں یہ بہت معمولی سی بات ہے حالانکہ قرض کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ حتیٰ کہ شہید بھی بہت سی خوبیوں اجر عظیم اور بلند مرتبے پر فائز ہونے کے باوجود قرض کی عدم ادائیگی کے برے انجام سے محفوظ نہیں رہ سکتا' اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمایا ہے۔

((سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ التَّشْدِيْدِ فِي الدَّيْنِ ' وَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ رَجُلًا قُتِلَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ' ثُمَّ أُحْيِيَ ثُمَّ قُتِلَ ' ثُمَّ أُحْيِيَ ثُمَّ قُتِلَ ' وَ عَلَيْهِ دَيْنٌ مَا دَخَلَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ دَيْنُهُ)) (۲)

"سبحان اللہ! قرض کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے کس قدر زیادہ سختی نازل فرمائی ہے مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر کوئی آدمی اللہ کے راستے میں شہید کر دیا جائے پھر دوبارہ زندہ کر دیا جائے پھر شہید ہو جائے پھر زندہ کیا جائے پھر شہید ہو جائے (تین مرتبہ شہادت کا مرتبہ پانے کے باوجود) اگر وہ مقروض ہو جب

---

(۱) صحیح بخاری۔ فتح الباری ۵/ ۵۴

(۲) سنن النسائی ۷/ ۳۱۴۔ صحیح الجامع الصغیر/ الالبانی حدیث ۳۵۹۴

تک اس کا قرض ادا نہ کیا جائے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا"

یہ حدیث سننے کے بعد بھی قرض کی ادائیگی تساہل برتنے والے کیا اپنی جہالت سے باز آئیں گے یا نہیں؟

حرام کھانا:

جب دل سے خوف الٰہی ختم ہو جائے تو پھر انسان کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ دولت کہاں سے کماتا اور کہاں پر خرچ کرتا ہے بلکہ اس کا مقصد تو کسی بھی طریقے سے اپنے سرمایہ اور بینک بیلنس کو بڑھانا ہوتا ہے چاہے چوری' ڈکیتی' رشوت' جھوٹ' حرام کاروبار' سودی لین دین' یتیم کا مال کھا کر' نجومی گری کا پیشہ اپنا کر' گانے والا گویا بن کر' عصمت فروشی کے ذریعے' مسلمانوں کے بیت المال اور عام ممتلکات پر دست درازی کر کے' چیڑا پن کر کے دوسروں کا مال چھین کر اور بغیر ضرورت کسی کے سامنے دست سوال دراز کر کے ہی کیوں نہ ہو۔ اور پھر وہ ان گزشتہ حرام طریقوں سے دولت کما کر بڑے اطمینان سے کھاتا پیتا' پہنتا' سوار ہوتا' گھر بناتا' یا کرائے کا گھر لے کر اسے ہر قسم کے دنیاوی ساز و سامان سے آراستہ و پیراستہ کرتا اور اپنے پیٹ کو جہنم کی آگ سے بھرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ)) (۱)

"ہر وہ گوشت (جسم) جس کی پرورش حرام سے ہوئی جہنم کی آگ اس کے لئے زیادہ مناسب اور قریب ہے۔"

قیامت کے دن پوچھ گچھ ہو گی کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں پر خرچ کیا؟ حرام کھانے والوں کی وہاں پر صحیح تباہی اور بربادی ہو گی۔ لہٰذا اب بھی اگر کسی شخص کے پاس حرام کا مال باقی ہو تو اسے جلد از جلد اس سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہئے' اگر کسی کا حق غصب کیا ہو تو فوراً اس کا حق واپس لوٹا دینا چاہئے اور اس سے معافی مانگنی چاہئے اس قیامت کے آنے سے پہلے

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی ۱۹/۱۳۶۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث نمبر۴۴۹۵

کہ جس دن ظالموں اور مظلوموں کے درمیان درہم و دینار کے ذریعے فیصلے نہیں ہوں گے بلکہ نیکیوں اور برائیوں کا تبادلہ ہوگا۔

شراب پینا:

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (سورة المائدة/ آیت ۹۰)

"(اے ایمان والو!) بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں' شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ تھلگ رہو تاکہ تم کامیاب ہو سکو"

شراب سے الگ رہنے کا حکم یہ شراب کے حرام ہونے کی سب سے قوی دلیل ہے مزید برآں یہ کہ شراب کا حکم کافروں کے جھوٹے معبود بتوں اور مجسموں کے ساتھ بیان کر کے اس کی قباحت کو مزید واضح کر دیا گیا ہے لہٰذا اب ان لوگوں کے پاس کوئی دلیل باقی نہیں رہ جاتی جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ شراب حرام ہے بلکہ یہ فرمایا کہ شراب سے بچو۔ شراب کی عدم حرمت کو ثابت کرنے کے لئے ان کا یہ قول کوئی معنی نہیں رکھتا۔

شراب پینے والے کے متعلق حدیث نبوی میں بہت سخت وعید آئی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَهْدًا لِمَنْ یَّشْرَبُ الْمُسْكِرَ اَنْ یُّسْقِیَهُ مِنْ طِیْنَةِ الخَبَالِ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰه وَ مَا طِیْنَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ: عِرْقُ أَهْلِ النَّارِ أَوْ عُصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ)) صحیح مسلم ۱۵۸۷/۳) "اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے یہ عہد لے رکھا ہے کہ جس نے کوئی نشہ آور چیز نوش کی اسے طینة الخبال پلائیں گے! صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول طینة الخبال کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: طینة الخبال جہنمیوں کا پسینہ یا ان کے جسم سے خارج ہونے والا فاسد مواد (خون' پیپ وغیرہ) ہے"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ مَاتَ مُدْمِنُ خَمْرٍ لَقِيَ اللّٰهَ وَ هُوَ كَعَابِدِ وَثَنٍ))(۱)

”مسلسل شراب پینے والا شراب کا عادی مر گیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملاقات کرے گا جیسے وہ بتوں کا پجاری ہو۔ (یعنی شراب کا عادی اور بتوں کا پجاری گناہ میں ایک برابر ہیں)“

موجودہ دور میں شراب اور نشہ آور چیزوں کی بے شمار نئی نئی اقسام ایجاد ہو گئی ہیں جنہیں متعدد عربی اور عجمی ناموں سے پکارا جانے لگا ہے مثلاً بیرۃ (Beer) جعۃ (Heer)، الکحل (Alcohol)، عرق (Arrack)، فودکا (Vodka)، شمپانیا (Champagne) وغیرہ

اور اس امت میں لوگوں کی وہ قسم ظاہر ہو چکی ہے جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔

((لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الخَمْرَ وَيُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا))(۲)

”میری امت کے کچھ لوگ شراب کا نام تبدیل کر کے اسے ضرور پیئں گے۔“

جس طرح کہ بعض لوگ حقائق پر پردہ ڈالتے اور دھوکہ بازی سے کام لیتے ہوئے شراب کو روح افزا کہتے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ (سورۃ البقرۃ/ آیت ۹)

”وہ (بزعم خود) اللہ تعالیٰ کو اور ایمان والوں کو دھوکا دیتے ہیں لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں مگر وہ شعور نہیں رکھتے“

شریعت نے ایک عظیم ترین، قطعی، فیصلہ کن قاعدہ مقرر کر دیا ہے جس نے دین کے ساتھ کھیل تماشہ کرنے والوں کا راستہ بند کر دیا ہے اور وہ قاعدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان

---

(۱) طبرانی ۴۵/۱۲۔ صحیح الجامع الصغیر/ البانی حدیث نمبر ۶۵۲۵

(۲) مسند احمد ۳۴۲/۵۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث نمبر ۵۴۵۳

ہے۔

((کُلُّ مُسْکِرٍ خَمْرٌ وَّ کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ)) (صحیح مسلم ۳/۱۵۸۷)

"ہر نشہ آور چیز شراب کے حکم میں ہے' اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔"

چنانچہ ہر وہ چیز جو عقل میں خرابی یا نشہ پیدا کرے تھوڑی ہو یا زیادہ ہر صورت حرام ہے۔[1] نام چاہے کتنے ہی متعدد اور مختلف ہوں لیکن درحقیقت ایک ہی چیز ہے اور اس کا حکم بھی معروف ہے کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور آخر میں شراب پینے والوں کے لئے نبی کریم ﷺ کی یہ وعید درج کی جاتی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

((مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ وَ سَکِرَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا' وَ اِنْ مَاتَ دَخَلَ النَّارَ' فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِ' وَ اِنْ عَادَ فَشَرِبَ فَسَکِرَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا' فَاِنْ مَاتَ دَخَلَ النَّارَ' فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِ' وَ اِنْ عَادَ فَشَرِبَ فَسَکِرَ' لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا' فَاِنْ مَاتَ دَخَلَ النَّارَ' فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِ' وَ اِنْ عَادَ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰهِ أَنْ یُّسْقِیَهُ مِنْ رَدْغَةِ الخَبَالِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ. قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا رَدْغَةُ الخَبَالِ؟ قَالَ: عُصَارَةُ اَهْلِ النَّارِ))[2]

"جس نے شراب پی اور نشہ کیا اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہیں ہوتی' اگر مرگیا تو جہنم میں داخل ہو گا' اور اگر (مرنے سے پہلے) سچی توبہ کر لی اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیں گے' اور اگر اس نے دوبارہ شراب پی اور نشہ کیا اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہیں' اگر مرگیا تو جہنم میں داخل ہو گا' اور اگر توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمائیں گے' اگر اس نے تیسری مرتبہ پھر شراب پی اور نشہ کیا تو اس کی چالیس

---

(۱) اسی معنی میں وہ حدیث ہے: ((مَا اَسْکَرَ کَثِیْرُهُ فَقَلِیْلُهُ حَرَامٌ)) یعنی جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ کا سبب بنے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔ (ابوداؤد حدیث نمبر۳۶۸۱) نیز دیکھئے صحیح سنن ابی داؤد/البانی۔ حدیث نمبر۳۱۲۸

(۲) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر۳۳۷۷۔ صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث نمبر۶۳۱۳

روزہ نماز قبول نہیں، اگر مر گیا تو جہنم میں میں داخل ہو گیا، اگر اس نے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول فرمائیں گے، اور اگر اس نے چوتھی مرتبہ شراب پی تو اللہ تعالیٰ کے ذمے یہ برحق وعدہ ہے کہ اسے رَدْغَةُ الْخَبَالْ سے پلائیں گے! صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ردغة الخبال کیا چیز ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ جہنمیوں کے جسم سے خارج ہونے والا گندہ مواد (پسینہ، خون، پیپ وغیرہ) ہے۔"

اگر کبھی کبھار ہلکا نشہ کرنے والوں کی یہ سزا بیان کی گئی ہے تو ثقیل نشہ کے عادی (بھنگ، چرس، افیون، ہیروئن، کوکین، نشہ آور انجکشن) یا اس سے بھی سخت نشہ آور ادویات مسلسل استعمال کرنے والوں کا کیسا بدترین انجام ہو گا؟ اور اللہ تعالیٰ انہیں کس قدر شدید ترین سزاؤں سے نوازیں گے؟ ہر عقل مند آدمی بخوبی یہ بات سوچ سکتا ہے!

سونے اور چاندی کا استعمال:

گھریلو استعمال کی چیزیں فروخت کرنے والی دکانوں میں سے شاید ہی کوئی دوکان آج سونے چاندی کے برتنوں سے خالی نظر آئے۔ یا سونے چاندی کے پانی سے روغن کیے ہوئے برتن ملیں گے۔ اسی طرح امیروں کے گھروں اور متعدد ہوٹلوں میں بھی اسی قسم کے برتن دیکھنے میں آئیں گے بلکہ اب تو مختلف تقریبات میں لوگ سونے چاندی کے برتن ایک دوسرے کو بطور قیمتی تحائف پیش کرتے ہیں۔ اور کچھ لوگ اپنے گھروں میں تو سونے چاندی کے برتن نہیں رکھتے لیکن دوسروں کے ہاں جا کر یا شادی بیاہ کی تقریبات میں ان برتنوں کا آزادانہ استعمال کرتے ہیں۔ اسلامی شریعت کی نگاہ میں یہ سب حرام ہے اور ان برتنوں کے استعمال کے متعلق نبی کریم ﷺ نے بہت سخت وعید سنائی ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ الَّذِیْ یَاْکُلُ اَوْ یَشْرَبُ فِی اٰنِیَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ اِنَّمَا یُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِهِ نَارَ

جَهَنَّمَ)) (صحیح مسلم ۳/ ۱۶۳۴)

”جو شخص سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھاتا پیتا ہے درحقیقت وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ غٹ غٹ کر بھرتا ہے۔“

حرمت کا یہ حکم برتنوں اور کھانے میں استعمال ہونے والے تمام قسم کے چمچوں‘ چھریوں‘ کانٹوں‘ ڈشوں‘ پلیٹوں اور شادی بیاہوں میں پیش کیے جانے والے سونے چاندی کے مٹھائی ڈبوں سب کو شامل ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم سونے چاندی کے برتن استعمال تو نہیں کرتے لیکن محض ڈیکوریشن کے لئے شیشے کی الماریوں اور شوکیس میں سجا کر رکھتے ہیں لیکن حرام کا مکمل سدباب کرنے کے لئے اور بطور پیشگی احتیاط یہ بھی جائز نہیں۔ (۱)

جھوٹی گواہی:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ .... فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ......... ﴾ (سورة الحج/ آیت ۳۲-۳۱)

”بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرو‘ یک طرفہ ہو کر خالص اللہ کے بندے بنو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔“

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے تھے رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے تین مرتبہ فرمایا: ((اَلاَ أُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟)) ”کیا تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے بھی سب سے بڑے کبیرہ گناہوں کے متعلق نہ بتلاؤں؟“ پھر خود ہی فرمایا: ((اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَ عُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ۔ وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا۔ فَقَالَ: اَلاَ وَقَوْلَ الزُّوْرِ۔ قَالَ: فَمَازَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا: لَيْتَهٗ

---

(۱) اس مسئلہ میں شیخ عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ نے مجھے بالمشافہ مستفید فرمایا: (مؤلف)

سَکَتَ)) "سب سے بڑے کبیرہ گناہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا' والدین کی نافرمانی کرنا' رسول اللہ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا جھوٹی بات کہنا: پھر آپ ﷺ نے اسی جملے کو بار بار دہرایا حتیٰ کہ ہم تمنا کرنے لگے کہ اے کاش آپ ﷺ خاموش ہو جائیں۔"[1]

چونکہ جھوٹی گواہی دینے میں لوگ بہت بے احتیاطی برتتے ہیں' اور جھوٹی گواہی پر آمادہ کرنے والے اسباب دشمنی' حسد وغیرہ کا کثرت سے ہونا' جھوٹی گواہی کی بنیاد پر بہت سی خرابیوں کا وجود میں آنا' جھوٹی گواہی کی وجہ سے کتنے لوگوں کے حقوق ضائع ہو جانا اور کتنے ہی معصوم بے گناہ لوگوں پر ظلم ہونا' جھوٹی گواہی کی بنیاد پر بعض لوگوں کا کتنی وہ چیزیں حاصل کر لینا جن کے وہ مستحق نہ تھے یا ان کے ساتھ وہ نسب نامہ منتھی کر دیا جانا جو ان کا حقیقی نسب نامہ نہ تھا یہ چند ایک اسباب ہیں جن کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے جھوٹی گواہی کے برے انجام سے ڈراتے ہوئے اس جملے کو بار بار دہرایا۔

جھوٹی گواہی میں تساہل برتنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ عدالت میں اگر کسی شخص کو گواہی کی ضرورت پڑ جائے تو وہ عدالت کے احاطے میں موجود کسی بھی ناواقف شخص کو مل کر کہتا ہے تم میرے حق میں گواہی دو میں تمہارے حق میں گواہی دوں گا چنانچہ وہ اس کے حق میں زمین یا گھر کی ملکیت' یا تنازع میں اس کے بے گناہ ہونے کی گواہی دیتا ہے حالانکہ اس گواہی کے لئے ضروری تھا کہ وہ کیس کی اصل حقیقت حال سے واقف ہوتا یا جائے وقوعہ کا عینی شاہد ہوتا لیکن جس کے حق میں وہ گواہی دے رہا ہے اس سے تو اس کی پہلی ملاقات ہی عدالت کے دروازے پر ہوئی ہے وہ اس کو جانتا تک نہیں۔ ایسی گواہی سراسر جھوٹ اور بہتان ہے۔ گواہی اس طرح ہونی چاہیے جس طرح کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿ وَ مَا شَهِدْنَا اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا ﴾ (سورۃ یوسف/ آیت ۸۱)

---

(۱) صحیح بخاری۔ دیکھئے فتح الباری ۲۶۱/۵

"ہم نے وہی گواہی دی تھی جو ہم اچھی طرح جانتے تھے۔"

گانے بجانے کے آلات اور موسیقی سننا:

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ (سورت لقمان/ آیت ٦)

"اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو فضول باتوں کو خریدتے ہیں [1] تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے بھکائیں۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ کی قسم کھا کر فرماتے تھے کہ اس آیت سے مراد گانے سننا اور گانا ہے۔ [2]

حضرت ابو عامر اور ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيَكُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ يَّسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ.......)) [3]

---

(۱) فضول باتیں خریدنے سے مراد یہ ہے کہ آلات طرب شوق سے اپنے گھروں میں لاتے اور پھر ان سے لذت اندوز ہوتے ہیں۔ "لہو الحدیث" سے مراد گانا بجانا' اس کا ساز و سامان اور آلات موسیقی اور ہر وہ چیز ہے جو انسان کو خیر اور معروف سے غافل کر دے' اس میں قصے کہانیاں' ڈرامے' ناول' افسانے' اور جنسی اور سنسنی خیز لٹریچر' رسالے اور بے حیائی کے پرچارک اخبارات سب ہی آ جاتے ہیں اور جدید ترین ایجادات ریڈیو' ٹی وی' وی۔ سی۔ آر' ویڈیو فلمیں وغیرہ بھی۔ عہد رسالت میں بعض لوگوں نے گانے بجانے والی لونڈیاں بھی اسی مقصد کے لئے خرید رکھی تھیں کہ وہ لوگوں کا دل گانے سنا کر بہلاتی رہیں تاکہ قرآن اور اسلام سے وہ دور رہیں اس اعتبار سے اس میں گلوکارائیں بھی آ جاتی ہیں جو آج کل فن کار' فلمی ستارہ' ثقافتی سفیر اور پتہ نہیں کیسے کیسے مہذب' خوشنما' اور دل فریب ناموں سے پکاری جاتی ہیں۔ (تفسیر احسن البیان/ حافظ صلاح الدین یوسف) (انتخاب مترجم)

(۲) تفسیر ابن کثیر ٦/ ٣٣٣

(۳) صحیح بخاری حدیث نمبر ۵۵۹۰۔ دیکھئے فتح الباری ۱۰/ ۵۱

"میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا' ریشم' شراب اور گانے بجانے کے آلات کو جائز کر لیں گے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيَكُوْنَنَّ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَ قَذْفٌ وَ مَسْخٌ وَ ذٰلِكَ إِذَا شَرِبُوْا الْخُمُوْرَ وَاتَّخَذُوْا الْقَيْنَاتِ وَ ضَرَبُوْا بِالْمَعَازِفِ))[1]

"اس امت میں مندرجہ ذیل عذاب آئیں گے: زمین میں دھنس جانا' پتھروں کی بارش' اور شکل و صورت کا بدل جانا' اور یہ عذاب تب آئیں گے جب لوگ شراب پیئں گے' گانے والی لونڈیاں اختیار کریں گے اور آلات موسیقی بجائیں گے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈھول بجانے سے منع فرمایا ہے اور بانسری' بین وغیرہ کے متعلق فرمایا کہ وہ فاجرانہ اور احمقانہ آواز ہے اور گزشتہ علماء سلف امام احمد بن حنبل وغیرہ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ گانے بجانے اور موسیقی کے آلات مثلاً سارنگی' طنبور (Lute) (Mandolin) بانسری' جانجھ' باجہ وغیرہ حرام ہیں۔

اور جس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے بجانے کے آلات سے روکا ہے بلاشبہ وہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے موسیقی کے جدید آلات سارنگی' تاروں والا باجہ (Zither) اورج' پیانو (Piano)' غیتار (Guitar) وغیرہ کو بھی شامل ہے۔

بلکہ گانے بجانے کے پرانے آلات کی بہ نسبت موسیقی کے جدید آلات انسان کو مست اور مدہوش کرنے میں زیادہ مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔ اور موسیقی کا نشہ شراب کے نشے سے بھی زیادہ قوی ہے اور یہ بات بعض اہل علم ابن قیم وغیرہ نے ذکر کی ہے۔

اور اگر موسیقی کے ساتھ گانا بھی شامل ہو مثلاً گانے والی فنکارہ عورتوں کی پر فتنہ آوازیں انسانوں کو مست کر رہی ہوں تب تو حرمت اور بھی زیادہ شدید اور گناہ اور بھی

---

(۱) سلسلة الاحاديث الصحيحة / البانی حدیث نمبر ۲۲۰۳۔ علامہ البانی نے اسے ابن ابی الدنیا کی کتاب "ذم الملاهی" کی طرف منسوب کیا ہے اور اس حدیث کو ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ حدیث نمبر ۲۲۱۲

زیادہ بڑھ جاتا ہے اور اگر گانے کے بول عشق و محبت پر مبنی' اور عورتوں کے حسن و جمال کی عکاسی کرتے ہوں تب تو مصیبت اور بھی سنگین ہو جاتی ہے۔ اسی لیے علماء کرام نے ذکر کیا ہے کہ گانے زنا کا ایلچی ہیں' دل میں نفاق کا بیج بوتے ہیں اور آج ہمارے زمانے میں گانے اور موسیقی کا موضوع علی الاطلاق سب سے بڑا فتنہ بن گیا ہے اور مزید برآں مصیبت یہ کہ اب تو موسیقی بہت سی چیزوں مثلاً گھڑیوں' گھنٹیوں' بچوں کے کھلونوں' کمپیوٹروں' اور بعض ٹیلیفون سیٹوں وغیرہ میں گھس آئی ہے اس سے بچنا اور دور رہنا بہت حوصلہ طلب کام بن گیا ہے بہت ہی مضبوط ارادے والا شخص اس سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

غیبت:

مسلمانوں کی غیبت اور عزتوں پہ زبان درازی بہت سی محفلوں کی زینت اور خوش طبعی کا ذریعہ بن گئی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنے بندوں کو روکا اور سخت نفرت دلائی ہے اور غیبت کو ایک ناپسندیدہ اور بھیانک صورت کے ساتھ تشبیہہ دی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ﴾ (سورۃ الحجرات/ آیت ۱۲)

"اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ یقیناً تم کو اس سے نفرت آئے گی۔"

نبی کریم ﷺ نے غیبت کا مفہوم سمجھانے کے لئے اپنے صحابہ سے دریافت کیا:

((أَتَدْرُوْنَ مَا الغِيْبَةُ؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ أَعْلَمُ! قَالَ: ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ۔ قِيْلَ: اَفَرَأَيْتَ اِنْ كَانَ فِي اَخِي مَا اَقُوْلُ؟ قَالَ: اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ اِغْتَبْتَهُ' وَ اِنْ لَمْ يَكُن فِيْهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ)) (صحیح مسلم ۴/۲۰۰۱)

"جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: غیبت یہ ہے کہ تو اپنے مسلمان بھائی کی ان باتوں کو بیان کرے جن کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ کسی پوچھنے والے نے پوچھا اے اللہ کے

رسول اپنے بھائی کی جن ناپسندیدہ باتوں کو میں بیان کروں اگر وہ باتیں واقعی اس میں موجود ہوں تب بھی غیبت شمار ہوگی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ ناپسندیدہ باتیں اس میں موجود ہوں تو تو نے اس کی غیبت کی' اور اگر وہ باتیں اس میں موجود ہی نہیں تب تو نے اس پر بہتان طرازی کی۔"

خلاصہ یہ کہ اپنے کسی مسلمان بھائی کی ان باتوں یا عیوب کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا جن کو وہ ناپسند کرتا ہو غیبت کہلاتا ہے چاہے وہ عیوب اس کے جسم' دین' دنیا' اس کی شخصیت' اخلاق یا خلقت سے متعلق ہوں۔ غیبت کی متعدد شکلیں ہیں مثلاً اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیوب لوگوں کے سامنے ذکر کرنا' یا بطور مذاق اس کی کسی حرکت کی نقل اتارنا وغیرہ۔

غیبت کے بدترین گناہ اور قبیح جرم ہونے کے باوجود لوگ اس میں بہت بے احتیاطی کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَلرِّبَا اِثْنَانِ وَ سَبْعُوْنَ بَابًا اَدْنَاهَا مِثْلُ اِتْيَانِ الرَّجُلِ اُمَّهُ ' وَ اِنَّ أَرْبَى الرِّبَا اِسْتِطَالَةُ الرَّجُلِ فِي عِرْضِ اَخِيْهِ)) (۱)

"سود کے بہتر دروازے ہیں ان میں سب سے ہلکے درجے کا سود ماں کے ساتھ زنا کرنے کے برابر ہے اور سب سے بڑا سود اپنے کسی مسلمان بھائی کی عزت پر زبان درازی کرنا ہے۔" (۲)

اگر کوئی شخص کسی ایسی محفل میں موجود ہو جہاں کسی کی غیبت کی جا رہی ہو تو غیبت کو روکنا اور جس کی غیبت کی جا رہی ہو اپنے اس مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کرنا واجب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی رغبت دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

(۱) سلسلة الاحاديث الصحيحة / البانی حدیث ۱۸۷۱

(۲) چونکہ سود کا تعلق مال و دولت سے ہے اور عزت کا تعلق نفس سے ہے اور انسان کو اپنی عزت نفس مال سے زیادہ پیاری ہوتی ہے مال کا خسارہ برداشت کر سکتا ہے لیکن ہتک عزت برداشت نہیں کرتا اس لیے نبی اکرم ﷺ نے عزت میں تنقیص کو سود کی سب سے بڑی قسم قرار دیا۔ (مترجم)

((مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))(۱)
"جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جہنم کی آگ کو اس کے چہرے سے دور فرمائیں گے"

چغل خوری:

فساد پھیلانے کی نیت سے باتیں ایک دوسرے تک پہنچانا لوگوں کے تعلقات بگاڑنے کا ذریعہ ہے نیز حسد، بغض، کینہ اور دشمنی کی آگ بڑھکانے کا سب سے بڑا سبب ہے اور ایسی حرکت کرنے والے کی اللہ تعالیٰ نے سخت مذمت فرمائی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيْمٍ ﴾ (سورۃ القلم/ آیت ۱۰-۱۱)
"(اے محمدؐ!) آپ ہر اس شخص کا کہنا نہ مانیں جو زیادہ قسمیں کھانے والا، بے وقار، کمینہ، عیب گو اور چغل خور ہو۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ))(۲) "چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے ایک باغ میں سے گزرے آپ نے دو مردوں کی آوازیں سنیں جنہیں قبر میں عذاب ہو رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يُعَذَّبَانِ، وَ مَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ۔ ثُمَّ قَالَ۔ بَلٰى (وَ فِي رِوَايَةٍ: وَ اِنَّهُ لَكَبِيْرٌ) كَانَ اَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ وَ كَانَ الْآخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيْمَةِ.........))(۳)

---

(۱) مسند احمد ۶/۴۵۰۔ صحیح الجامع الصغیر/ البانی حدیث نمبر ۶۲۳۸
(۲) صحیح بخاری۔ دیکھئے فتح الباری ۱۰/۴۷۲۔ قَتَّاتٌ کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ جو لوگوں کی غفلت اور بے خبری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کان لگا کر چپکے سے ان کی باتیں سنے اور پھر دوسروں کے سامنے جا کر بیان کرے۔ دیکھئے (النہایہ فی غریب الحدیث / ابن اثیر الجزری ۴/۱۱) (۳) صحیح بخاری۔ دیکھئے فتح الباری ۱/۳۱۷

"ان دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے، اور ان کو کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ پھر فرمایا: کیوں نہیں! یقیناً وہ گناہ بہت بڑا ہے جس کی وجہ سے ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ [1] ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہیں کرتا تھا، اور دوسرا چغل خور تھا۔ (لوگوں کو لڑانے کے لئے ادھر کی باتیں ادھر اور ادھر کی باتیں ادھر پہنچاتا تھا)"

چغلی کی ایک بدترین شکل یہ ہے کہ میاں بیوی میں آپس کے تعلقات کو بگاڑنے کے لئے شوہر کو بیوی کے خلاف اور بیوی کو شوہر کے خلاف اکسایا جائے۔ اسی طرح بعض ملازموں کا اپنے کسی دوسرے ملازم ساتھی کو نقصان پہنچانے کے لئے اس کی باتیں منیجر تک پہنچانا بھی چغلی کی ہی ایک قسم ہے اور ایسے سب دھندے حرام ہیں۔

---

(۱) عبارت کے مفہوم میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے لیکن درحقیقت تعارض نہیں اسی لیے علماء کرام نے اس کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔ (۱) نبی کریم ﷺ نے پہلے پہل سمجھا تھا کہ یہ کبیرہ گناہ نہیں ہیں پھر فوراً وحی کے ذریعے آپ کو بتایا گیا کہ یہ کبیرہ گناہ ہیں چنانچہ آپؐ نے فوراً اس کی وضاحت فرما دی۔ (۲) " اِنَّه لکبیر " میں ضمیر کا مرجع عذاب ہے یعنی جو عذاب ان کو ہو رہا ہے وہ بہت بڑا ہے۔ (۳) گناہ تو کبیرہ ہے لیکن قتل وغیرہ کی طرح اکبر الکبائر نہیں (۴) بظاہر کوئی کبیرہ گناہ معلوم نہیں ہوتا لیکن درحقیقت وہ کبیرہ گناہ ہے (۵) ان قبر والوں کے گمان میں یہ کبیرہ گناہ نہیں تھا جب کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ کبیرہ گناہ ہے (۶) ہیں تو یہ کبیرہ گناہ لیکن ان سے بچنا کوئی اتنا بڑا دشوار کام نہیں تھا (۷) بذات خود یہ گناہ اتنا بڑا نہیں تھا لیکن اس پر مسلسل اصرار کی وجہ سے کبیرہ بن گیا۔ جس طرح کہ کہا جاتا ہے " لاصغیرة مع الاصرار ولا کبیرة مع التوبة " یعنی مسلسل اصرار سے صغیرہ گناہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے اور توبہ سے کبیرہ گناہ بھی مٹ جاتا ہے۔

مزید تفصیل کے لئے شروحات کتب احادیث دیکھئے مثلاً (فتح الباری ۱/۴۲۲۔ طبعۃ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۸۹م)۔ (مترجم)

بغیر اجازت لوگوں کے گھروں میں جھانکنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰى اَهْلِهَا ﴾ (سورۃ النور/آیت ۲۷)

"اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو (اور تمہیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اندر کون ہے) اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام کرو۔"

گھروں میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنے کا سبب یہ ہے کہ کہیں گھر والوں کی قابل ستر چیزوں پہ نگاہ نہ پڑ جائے' اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّمَا جُعِلَ الاسْتِئْذَانُ مِنْ أَجْلِ الْبَصَرِ))[1]

"طلب اجازت کو نگاہ کی وجہ سے ضروری قرار دیا گیا"

آج ہمارے موجودہ زمانے میں بلڈنگیں ایک دوسرے کے قریب ہونے' عمارتیں ایک دوسرے کے ساتھ جڑی ہونے' گھروں کی کھڑکیاں اور دروازے ایک دوسرے کے بالمقابل کھلنے کی وجہ سے پڑوسیوں کی ایک دوسرے پر بے پردگی کا امکان بہت بڑھ گیا ہے۔ بہت سے لوگ اپنے پڑوسیوں کا پردہ ظاہر ہونے پر نگاہوں کو نیچا نہیں کرتے بلکہ اوپر والی منزل یا اونچے مکانوں میں رہنے والے بعض لوگ اپنے گھروں کی کھڑکیوں اور چھتوں سے اپنے نیچے والے پڑوسیوں کو قصداً جان بوجھ کر جھانکتے ہیں جبکہ یہ خیانت' پڑوسیوں کی ہتک عزت اور زنا تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ اسی جھانکنے کے سبب کتنے ہی فتنے اور فساد رونما ہوئے اور یہ معاملہ کس حد تک خطرناک ہے اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اگر گھر کا مالک جھانکنے والے کی آنکھ نکال دے تو شریعت نے اس کی آنکھ کو رائیگاں قرار دیا ہے یعنی آنکھ نکالنے کے سبب گھر

---

(۱) صحیح بخاری۔ دیکھئے فتح الباری ۱۱/۲۴

کے مالک پر کوئی دیت یا قصاص لازم نہیں آئے گا۔

رسول اکرم نبی معظم ﷺ نے فرمایا

((مَنِ اطَّلَعَ فِيْ بَيْتِ قَوْمٍ بِغَيْرِ اِذْنِهِمْ فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ اَنْ يَّفْقَؤُوْا عَيْنَهُ))[1]

"جس نے بغیر اجازت کسی کے گھر جھانکا گھر والوں کے لئے جائز ہے کہ وہ اس کی آنکھ پھوڑ ڈالیں۔"

اور ایک حدیث کے لفظ یہ ہیں:

" فَفَقَؤُوْا عَيْنَهُ فَلاَ دِيَةَ لَهُ وَلاَ قِصَاصَ))[2]

"اگر گھر والے اس کی آنکھ پھوڑ دیں تو اس کے لئے دیت ہے اور نہ قصاص"

سرگوشی کرنا:

کسی محفل میں تین اشخاص میں سے صرف دو کا آپس میں آہستہ آہستہ راز دارانہ کلام کرنا اور تیسرے کو شامل گفتگو نہ کرنا محفل کی آفت ہے۔ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے اور دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض و عداوت کی آگ بھڑکانے کے لئے شیطانی تدبیر ہے۔

نبی کریم ﷺ نے سرگوشی کا حکم اور سبب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((اِذَا كُنْتُمْ ثَلاَثَةٌ فَلاَ يَتَنَاجٰى رَجُلاَنِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ أَجْلِ[3] اَنَّ ذٰلِكَ يُحْزِنُهُ))[4]

"جب تم تین کی تعداد میں ہو تو دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر سرگوشی (راز دارانہ گفتگو) نہ کریں جب تک کہ وہاں دوسرے لوگ موجود نہ ہوں۔ کیونکہ صرف دو کا

---

(۱) صحیح مسلم ۱۶۹۹/۳

(۲) مسند احمد ۳۸۵/۲۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث نمبر ۶۰۲۲

(۳) ایک حدیث میں " مِنْ اَجْلِ " کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

(۴) صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۲۹۰۔ فتح الباری ۸۳/۱۱

سرگوشی کرنا تیسرے کو پریشان کرتا ہے"[۱]
چوتھے کی موجودگی میں تین کا سرگوشی کرنا' پانچویں کی موجودگی میں چار کا سرگوشی کرنا----- بھی ناجائز ہے۔ اسی طرح دو کا کسی ایسی زبان میں گفتگو کرنا جس کو تیسرا نہ سمجھتا ہو یہ بھی حرام سرگوشی میں ہی شمار ہو گا۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ سرگوشی میں تیسرے شخص کو یا تو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے یا اسے یہ وہم ڈالا جاتا ہے کہ سرگوشی کرنے والے اس کے ساتھ کوئی برا ارادہ رکھتے ہیں تبھی تو انہوں نے اس کو اپنی گفتگو میں شریک نہیں کیا۔

لباس کو ٹخنوں سے نیچے تک لٹکانا:

لباس کو ٹخنوں سے نیچے تک لٹکائے رکھنا لوگوں کے ہاں بہت معمولی سی بات ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ بعض لوگوں کا لباس زمین کو چھو رہا ہوتا ہے یا اسے اپنے پیچھے زمین پر گھسیٹتے چلے آتے ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ اَلْمُسْبِلُ (وَ فِيْ رِوَايَةٍ: إِزَارَهُ) وَالْمَنَّانُ (وَ فِيْ رِوَايَةٍ: اَلَّذِيْ لَا يُعْطِيْ شَيْئًا إِلَّا مَنَّهُ) وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلَفِ الْكَاذِبِ))[۲]

"تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم کلام نہ ہوں گے۔ نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھیں گے' اور نہ ہی انہیں گناہوں سے پاک فرمائیں گے بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا اور وہ تین آدمی یہ ہیں: (۱) اپنی تہبند کو ٹخنوں سے نیچے

---

(۱) یعنی تیسرے کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ سرگوشی میرے خلاف ہو رہی ہے یا انہوں نے مجھے حقیر سمجھتے ہوئے شریک گفتگو نہیں کیا اس لیے پیشگی احتیاط کے طور پر اسلام نے تیسرے کی موجودگی میں دو کی سرگوشی کو حرام قرار دیا ہے۔ (مترجم)

(۲) صحیح مسلم ۱/۱۰۲

لٹکانے والا (۲) احسان جتانے والا جو بھی چیز دے اس پر احسان ضرور جتائے (۳) جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے سامان کو فروخت کرنے والا۔"

کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا اگر کہتا ہے کہ میں تکبر کی وجہ سے نہیں لٹکاتا تو گویا خود ہی اپنی زبان سے اپنے نفس کی پاکی پیش کرتا ہے جو کسی صورت مقبول نہیں۔ حالانکہ نبوی وعید ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والے ہر شخص کے متعلق آئی ہے چاہے اس کا تکبر کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے۔

((مَاتَحْتَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فَفِي النَّارِ)) (۱)

"تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو گا وہ جہنم کی آگ میں جائے گا۔ (یعنی ٹخنوں سے نیچے تک چادر لٹکانے والے کا قدم جہنم کی آگ میں جلایا جائے گا)"

اگر تکبر کی وجہ سے اپنے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے تو اس کی سزا اور بھی زیادہ سخت ہے جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلاَءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۴۶۵)

"جس نے تکبر سے اپنے کپڑے کو گھسیٹا (یعنی ٹخنوں سے نیچے تک لٹکا کر چلتے وقت زمین پر گھسیٹتا رہا) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے۔"

اس کی یہ سزا مزید سخت اس لیے ہو گئی کہ اس نے دو حرام کاموں کو جمع کیا ایک تکبر اور دوسرا کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی حرمت ہر لباس کے لئے عام ہے جس طرح کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْإِسْبَالُ فِي الْإِزَارِ وَالْقَمِيصِ وَالْعِمَامَةِ، مَنْ جَرَّ مِنْهَا شَيْئًا خُيَلاَءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (۲)

---

(۱) مسند احمد ۶/ ۲۵۴۔ صحیح الجامع الصغیر/ الالبانی ۵۵۷۱

(۲) سنن ابی داؤد ۴/ ۳۵۳۔ صحیح الجامع الصغیر/ الالبانی حدیث نمبر ۲۷۷۰

"تہبند، قمیص، اور پگڑی ان سبھی میں کپڑے کو زائد لٹکانا ناجائز ہے اور جس نے ان میں سے کسی کپڑے کو بھی تکبر سے زمین پر گھسیٹا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے۔"

ہاں البتہ چونکہ ہوا وغیرہ کی وجہ سے عورت کے پاؤں ننگے ہونے کا خطرہ رہتا ہے اس لیے عورت کو قدم ڈھانپنے کے لئے یہ اجازت ضرور دی گئی ہے کہ وہ ایک بالشت یا زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ کے برابر کپڑا نیچے لٹکا سکتی ہے لیکن اس حد سے زیادہ لٹکانا ناجائز ہے جس طرح کہ شادی بیاہ کے موقعوں پر بعض دلہنوں کے کپڑے کئی کئی بالشت یا کئی میٹر نیچے لٹک رہے ہوتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو دلہن کے کپڑے اس قدر لمبے ہوتے ہیں کہ ایک معاون و مددگار کی ضرورت پڑ جاتی ہے جو اس کے کپڑوں کو اٹھا کر رکھے تاکہ دلہن کو چلنے میں آسانی رہے۔

مردوں کے لئے سونا پہننا چاہے وہ کسی بھی شکل میں ہو:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أُحِلَّ لاِنَاثِ أُمَّتِیْ الْحَرِیْرُ وَالذَّھَبُ وَ حُرِّمَ عَلٰی ذُکُوْرِھَا))[1]

"میری امت کی عورتوں کے لئے ریشم اور سونا جائز قرار دیا گیا اور مردوں پر حرام کیا گیا ہے۔"

آج کل مارکیٹوں میں بالخصوص مردوں کے لئے تیار کردہ سونے کی مصنوعات گھڑیاں، عینکیں، بٹن، قلمیں، زنجیریں، چابیوں کے رنگ وغیرہ بکثرت موجود ہیں یا مکمل طور پر سونے کے پانی سے پالش کی ہوئی متعدد مردانہ چیزیں فروخت ہوتی ہیں اسی طرح ایک برائی یہ بھی ہے کہ بعض مقابلوں میں انعام جیتنے والے کے لئے سونے کی مردانہ گھڑی کا اعلان کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اسے کھینچ کر پھینک دیا پھر فرمایا:

---

(۱) مسند احمد ۳۹۳/۴۔ صحیح الجامع الصغیر/ البانی حدیث نمبر ۲۰۷

((یَعْمِدُ اَحَدُکُمْ اِلٰی جَمْرَۃٍ مِّنْ نَّارٍ فَیَجْعَلُھَا فِیْ یَدِہٖ؟))

"تم میں سے کوئی دیدہ و دانستہ آگ کے انگارے اپنے ہاتھ میں پہنتا ہے؟"

جب رسول اللہ ﷺ چلے گئے تو اس آدمی کو کہا گیا اپنی انگوٹھی اٹھا لو اور اس سے کوئی جائز فائدہ اٹھا لینا! اس آدمی نے کہا: جس انگوٹھی کو رسول اللہ ﷺ نے اتار کر پھینک دیا اللہ کی قسم میں اسے ہرگز نہ اٹھاؤں گا۔ (صحیح مسلم ۳/۱۶۵۵)

عورتوں کا چھوٹے، باریک، اور تنگ کپڑے پہننا:

موجودہ زمانے میں ہمارے دشمنوں نے ہم پر ایک یلغار اس طرح بھی کی کہ طرح طرح کے ڈیزائن اور فیشن ایبل لباس تیار کر کے انہیں مسلمانوں میں رائج کر دیا جو چھوٹے، تنگ یا باریک ہونے کی وجہ سے واجب ستر کو بھی نہیں ڈھانپتے بلکہ بہت سے فیشن ایبل لباس تو ایسے بھی ہیں کہ کسی عورت کا انہیں اپنے محرم یا عورتوں کے سامنے بھی پہننا جائز نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ہمیں پہلے سے پیشین گوئی کر کے بتلا دیا تھا کہ قیامت کے قریب عورتیں غیر ساتر لباس پہنیں گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صِنْفَانِ مِنْ اَھْلِ النَّارِ لَمْ اَرَھُمَا: قَوْمٌ مَعَھُمْ سِیَاطٌ کَاَذْنَابِ الْبَقَرِ یَضْرِبُوْنَ بِھَا النَّاسَ، وَ نِسَاءٌ کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ مُمِیْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُسُھُنَّ کَاَسْنِمَۃِ الْبُخْتِ الْمَائِلَۃِ، لَا یَدْخُلْنَ الْجَنَّۃَ وَلَا یَجِدْنَ رِیْحَھَا، وَ اِنَّ رِیْحَھَا لَیُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرَۃِ کَذَا وَ کَذَا)) (صحیح مسلم ۳/۱۶۸۰)

"جہنمیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا۔ ایک وہ قوم جن کے پاس گائے کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔[1]

---

(۱) مراد ظالم حکمران کے وہ ظالم سپاہی جو بلا وجہ لوگوں کو پیٹیں گے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ مذموم وصف امت اسلام کے بہت سے افراد کی علامت بن گیا ہے خاص طور پر جب سے مصر پر بحریہ کی =

دوسری قسم وہ عورتیں جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔[1] سیدھی راہ سے بھٹکنے والی اور دوسروں کو بھٹکانے والی[2] ان کے سر بختی اونٹ[3] کی کوہان کی طرح ہوں گے۔[4] ایسی عورتیں جنت میں داخل نہ ہوں گی بلکہ جنت کی خوشبو بھی ان کو نصیب نہیں ہوگی۔ حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے آتی ہوگی۔[5]"

= حکومت قائم ہوئی ہے وہ لوگوں کو ناجائز طور پر لاٹھیوں اور کوڑوں سے خوب پیٹتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی جلد ۱۳ صفحہ نمبر ۸۴ طبعہ دارالکتب العلمیتہ بیروت) (مترجم)

(۱) یعنی اپنے جمال کو ظاہر کرنے کے لئے بدن کا کچھ حصہ ڈھانپیں گی اور کچھ ننگا رکھیں گی۔ یا ایسے باریک اور تنگ کپڑے پہنیں گی جس سے بدن کا رنگ اور جسم صاف نظر آتا ہوگا۔ اور یہ سب کچھ اب ظاہر ہو چکا ہے روزمرہ کے اخبارات اور میگزین میں شائع ہونے والے نت نئے مغربی فیشن ایبل ڈیزائنوں کا مقصد ہی عورت کو ننگا کرنا ہے اور یہ یہودیوں صلیبیوں کی بہت بڑی سازش ہے جس سے وہ مسلمانوں کو شکار کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں دشمنوں کی اس چال اور سازش کو سمجھ لینا چاہئے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسا تنگ یا باریک لباس جسے پہن کر عورت مردوں کے لئے فتنے کا سبب بنتی ہو اس کا پہننا حرام ہے اس حدیث کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ وہ کپڑے تو پہنے ہوں گی لیکن تقویٰ کے لباس سے عاری ہوں گی۔ اور یہ معنی بھی متحمل ہے کہ وہ نعمتیں پہنے ہوں گی لیکن شکر سے عاری ہوں گی۔ (مترجم)

(۲) یہ جملہ بھی متعدد معانی کا متحمل ہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔ (۱) اطاعت الٰہی اور عفت و عصمت سے اعراض کرنے والی اور یہ مذموم فعل دوسری عورتوں کو بھی سکھانے والی۔ (۲) بری نیت سے مردوں کی طرف خود مائل ہونے والی اور مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی (۳) کندھوں کو ہلا ہلا کر تکبر سے چلنے والی (۴) زانیہ عورتوں کی مانند بالوں کو موڑ کر مخصوص ڈیزائن بنانے والی۔ (مترجم)

(۳) بختی اونٹ سے عظیم جسم اور عظیم کوہانوں والے اونٹوں کی ایک مخصوص قسم مراد ہے۔(مترجم)

(۴) یعنی دوپٹہ' ربن' کلپ وغیرہ باندھ کر بالوں کو اوپر کی طرف بڑھا کر اپنے سروں کو بڑا ظاہر کریں گی جیسے اونٹ کی کوہان ہو۔ جس طرح کہ آج کل ہمارے زمانے میں بعض عورتیں جوڑے باندھتی ہیں یا بیوٹی پالرز میں بالوں کے طرح طرح کے ڈیزائن بنوا کر خود ہی اپنی عاقبت برباد کرتی ہیں۔ (مترجم)

(۵) یعنی پانچ سو سال کی مسافت سے آتی ہوگی یہ بات مسند احمد کی روایت میں وضاحت سے موجود ہے۔ یہ حدیث نبی کریم ﷺ کی نبوت کی سچی دلیل اور آپ ﷺ کے معجزات میں سے ہے کہ آپ ﷺ =

بعض عورتیں ایسا لباس پہنتی ہیں جس کی سائیڈوں پر بطور ڈیزائن متعدد سوراخ بنے ہوتے ہیں یا وہ نیچے سے لے کر اوپر تک ایک لمبے کٹ کی صورت میں اتنا کشادہ ہوتا ہے کہ عورت جب بیٹھتی ہے تو اس کے ستر کا کچھ حصہ ننگا ہو جاتا ہے ایسا لباس حرام ہونے کے علاوہ اس میں کافروں کے ساتھ مشابہت ہے اور ان کے ایجاد کردہ رسوا کن فیشنی ڈیزائنوں میں ان کی اندھی پیروی کا پہلو بھی اس میں نمایاں ہے جو بذات خود ایک گناہ ہے۔ اللہ ہم سب کو محفوظ رکھے۔

اسی طرح ایک خطرناک امر یہ بھی ہے کہ بعض کپڑوں پر فحش تصویریں پرنٹ ہوتی ہیں مثلاً فنکاروں، گلوکاروں، بینڈ ماسٹروں، شراب کی بوتلوں، سولی، کلبوں، خبیث انجمنوں کے علامتی بیج، اور جاندار چیزوں کی تصویریں جو شرعی طور پر حرام ہیں یا پھر انسان کی عزت اور پاکدامنی کو دھچکا لگانے والے حیا باختہ جملے پرنٹ ہوتے ہیں جو کہ عام طور پر اجنبی زبانوں میں لکھے ہوتے ہیں۔[1]

بال چپکانا:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کرنے لگی: اے اللہ کے رسول! میری بیٹی کی نئی نئی شادی ہوئی ہے خسرہ کے سبب اس کے بال جھڑ گئے ہیں کیا میں اسے مصنوعی بال لگا سکتی ہوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

= نے ایک ایسی چیز کی خبر دی جو آپ کے زمانے میں موجود نہ تھی لیکن آج ہم نے وہ چیز اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی کے بغیر نہیں بولتے تھے اور اس حدیث میں مسلمان عورتوں کو تنبیہہ کی گئی ہے کہ وہ بے پردگی اور بے حیائی سے بچیں ورنہ وہ جہنم کا ایندھن بن جائیں گی اور ہر وہ قوم جس کے مردوں کی غیرت کا جنازہ نکل جائے اور عورتیں سڑکوں پر نکل آئیں اس قوم کا حشر دنیا و آخرت میں تباہی اور بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ (مترجم)

(۱) جیسا کہ بعض اوباش لڑکے اور لڑکیاں (Kiss Me یا I Love You) کے بیج کا جملہ اپنے کپڑوں پہ سجائے گھومتے پھرتے ہیں۔

نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ)) (صحیح مسلم ۱۶۷۶/۳)

''اصلی بالوں کے ساتھ دوسرے بال لگانے والی اور لگوانے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہو۔''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((زَجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَصِلَ المرأةُ بِرَأْسِهَا شَيْئًا)) (صحیح مسلم ۱۶۷۹/۳)

''نبی کریم ﷺ نے سختی سے منع کیا ہے کہ کوئی عورت اپنے سر کے ساتھ مصنوعی بال چمٹائے۔''

ہمارے موجودہ زمانے میں بال چپکانے کی مثال ''وگ'' کی صورت میں موجود ہے اور جہاں یہ حرام کام انجام دیا جاتا ہے وہ جگہیں بیوٹی پالرز کے نام سے معروف ہیں جو کئی طرح کی برائیوں کی آماجگاہ ہیں۔

اپنے اصلی بالوں میں دیگر بالوں کی پیوند کاری بھی حرام کی ہی ایک شکل ہے جس طرح کہ مرد عورت اداکار اور فنکار فلموں اور ڈراموں میں مصنوعی بال لگا کر کردار ادا کرتے ہیں۔

جنس مخالف کی مشابہت کرنا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے یہ ضابطہ فطرت مقرر کیا ہے کہ مرد اپنی اس مردانگی کو برقرار رکھے جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا اور عورت اپنے زنانہ پن کی حفاظت کرے جس پر اس کی خلقت ہوئی اور یہ وہ قانون فطرت ہے کہ جس پر عمل پیرا ہوئے بغیر لوگوں کا نظام زندگی درست نہیں رہ سکتا۔

مردوں کا عورتوں اور عورتوں کا مردوں کے ساتھ مشابہت کرنا انسانی فطرت کی صریح خلاف ورزی ہے' فساد کے دروازے کھولنے' اور معاشرے میں اباحیت کو رواج دینے کے مترادف ہے اور ایسی مشابہت شرعی طور پر بھی حرام ہے کیونکہ شرعی نصوص میں اگر کسی کام کو

موجب لعنت قرار دیا گیا ہو تو یہ اس کام کے حرام اور کبیرہ گناہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ))(۱)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔"

نیز عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُخَنَّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ))(۲)

"عورتیں بننے کی کوشش کرنے والے مردوں اور چال ڈھال میں مرد بننے کی کوشش کرنے والی عورتوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی"

مشابہت کبھی تو حرکات و سکنات اور چال چلن میں ہوتی ہے جیسے مرد کا اپنے جسم کی شکل و صورت' انداز گفتگو اور چلتے وقت زنانہ پن ظاہر کرنا' اور کبھی لباس میں ہوتی ہے اسی لیے مرد کے لئے ہار' کنگن' پازیب' بالیاں پہننا جائز نہیں۔ جس طرح کہ بعض گھٹیا قسم کے بچگانہ عقل لوگوں کے ہاں یہ چیزیں عام ہیں جو لمبے لمبے بال رکھ کر عورتوں سے مشابہت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسی طرح عورت کے لئے مردوں کا مخصوص لباس توپ' قمیص وغیرہ پہننا جائز نہیں بلکہ عورت پر یہ لازم ہے کہ وہ ایسا لباس پہنے جو ڈیزائن' سلائی اور ظاہری شکل و صورت میں مرد کے لباس سے مختلف ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) صحیح بخاری۔ دیکھئے فتح الباری ۱۰/۳۳۲

(۲) صحیح بخاری۔ دیکھئے فتح الباری ۱۰/۳۳۳

((لَعَنَ اللّٰهُ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ)) (۱)
"زنانہ طرز کا لباس پہننے والے مرد پر اللہ کی لعنت ہو' اور مردانہ طرز کا لباس پہننے والی عورت پر بھی اللہ لعنت کرے۔"

بالوں کو سیاہ خضاب لگانا:

صحیح قول کے مطابق بالوں کو سیاہ خضاب سے رنگنا حرام ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس فعل پر سخت وعید سنائی ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

((يَكُوْنُ قَوْمٌ يَخْضِبُوْنَ فِي اٰخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا يُرِيْحُوْنَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ)) (۲)

"کچھ لوگ آخری زمانے میں کبوتر کی پوٹ کی طرح سیاہ خضاب لگائیں گے ایسے لوگ جنت کی خوشبو تک بھی نہ پائیں گے"

بڑھاپے کے آثار نمایاں ہونے پر سفید بالوں کو سیاہ خضاب سے رنگنے کا عمل بہت سے لوگوں میں عام رواج پا چکا ہے جس سے بہت سی خرابیاں لازم آتی ہیں مثلاً اپنے آپ کو جوان ظاہر کر کے لوگوں کو دھوکہ اور فریب دینا' اپنی اصلی حقیقت کو چھپا کر جھوٹی صورت سے اپنا دل بہلانا وغیرہ۔

اور یقیناً اس عمل کا انسان کی روش اور طرز عمل پر بہت برا اثر پڑتا ہے اس سے انسان ایک قسم کی خود فریبی اور دھوکہ میں مبتلا رہتا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ اپنے سفید بالوں کو زرد یا سرخ یا براؤن رنگ کی مہندی وغیرہ سے رنگتے تھے۔ اور جب فتح مکہ کے دن (حضرت ابوبکر صدیق کے والد) ابو قحافہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو

---

(۱) سنن ابی داوٗد ۴/۳۵۵ - صحیح الجامع الصغیر/البانی- حدیث نمبر ۵۰۷۱

(۲) سنن ابی داوٗد ۴/۴۱۹ حدیث نمبر ۴۲۱۲ - صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث نمبر ۸۱۵۳ -(سنن نسائی' بسند صحیح /ابن باز)

اس کے سراور داڑھی کے بال انتہائی سفید ہونے کی وجہ سے یوں محسوس ہوتے تھے جیسے سفید پھولوں والا پودا ہو۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((غَيِّرُوْا هَذَا بِشَيْئٍ وَاجْتَنِبُوْا السَّوَادَ)) (صحیح مسلم ۳/۱۶۶۳)

"اس کے سفید بالوں کو کسی چیز (مہندی وغیرہ سے رنگ کر) بدل دو اور سیاہی سے بچو۔ (یعنی سیاہ خضاب کے علاوہ اور کسی بھی رنگ کی مہندی سے اس کے بال رنگ ڈالو)"

اور صحیح قول کے مطابق اس مسئلے میں عورت کا حکم بھی مرد کی طرح ہی ہے یعنی عورت بھی اپنے سفید بالوں کو سیاہ خضاب سے نہیں رنگ سکتی۔

جاندار کی تصویر بنانا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ))[1]

"قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے سخت ترین عذاب تصویر بنانے والوں کو ہو گا"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِيْ فَلْيَخْلُقُوْا حَبَّةً وَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً ....))[2]

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اس طرح پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ جس طرح میں پیدا کرتا ہوں'[3] (میرا چیلنج ہے کہ) یہ بھی

---

(۱) صحیح بخاری۔ دیکھئے فتح الباری ۱۰/ ۳۸۲

(۲) صحیح بخاری - دیکھئے فتح الباری ۱۰/ ۳۸۵

(۳) یعنی جس طرح میں نے انسان کی شکل و صورت بنائی فوٹوگرافر بھی تصویر کشی کے ذریعے میری نقل اتارنے کی کوشش کرتا ہے۔ (مترجم)

ذرا (میری طرح) اناج کا دانہ اگا کر دکھائیں' یہ بھی ذرا چیونٹی پیدا کر کید کھائیں[1]........"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(("کُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ' يَجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسًا فَتُعَذِّبُهُ فِي جَهَنَّمَ" قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اِنْ كُنْتَ لاَ بُدَّفَاعِلاً فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَا لاَ رُوْحَ فِيْهِ))[2]

"ہر (جاندار چیز کی) تصویر بنانے والا جہنم کی آگ میں ہو گا' اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر میں روح پیدا فرما کر اللہ تعالیٰ اسے جاندار بنا دیں گے پھر وہی تصویر فوٹو گرافر کو جہنم میں عذاب دے گی۔"[3] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم لازماً ہی تصویر بنانا چاہتے ہو تو پھر درخت یا کسی غیر جاندار چیز کی بنا لو۔"

ان مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ انسانوں اور جانوروں میں سے کسی جاندار چیز کی تصویر بنانا حرام ہے چاہے اس کا سایہ ہو یا نہ ہو۔ اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ وہ تصویر چھپی ہو' ہاتھ سے نقاشی ہو' یا کسی چیز پر کھدائی کے ذریعے بنائی ہو' یا نقش و نگاری سے کندہ کی گئی ہو' یا تراشی گئی ہو' یا سانچوں میں ڈال کر بنائی گئی ہو بہر حال احادیث کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر قسم کی تصویر حرام ہے۔

مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ شرعی نصوص کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دیتا ہے اور کٹ حجتی کرتے ہوئے یہ نہیں کہتا کہ میں کون سا ان تصویروں کی پوجا کرتا ہوں؟ یا کب انکے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہوں؟ میں تو صرف فوٹو اتارتا ہوں اور بس!

---

(۱) یعنی یہ مصور حیوانات میں سے ایک چھوٹی سی چیونٹی اور نباتات میں سے چھوٹا سا دانہ نہیں بنا سکتے تو اس سے بڑی چیزیں بنانا ان کے اختیار میں کہاں؟ مقصود ان کی عاجزی اور بے بسی ظاہر کرنا ہے۔ (مترجم)

(۲) صحیح مسلم جلد ۳/۱۶۷۱

(۳) یعنی اس کی بنائی ہوئی تصویریں اللہ کے حکم سے زندہ انسان بن کر اسے جہنم میں عذاب دیں گی۔ یا اس کی ہر تصویر کے بدلے زندہ انسان کھڑا کیا جائے گا جو اسے سزا دے گا۔ (مترجم)

حالانکہ تصویروں کے عام ہونے سے جنسی اشتعال بلکہ زنا میں مبتلا ہونے جیسی عظیم خرابیاں پیدا ہوئیں اگر کوئی عقلمند آدمی غور و فکر اور بصیرت کی نگاہ سے صرف اسی ایک خرابی پر ہی غور کرلے جو ہمارے موجودہ دور میں تصویروں کے پھیلاؤ سے وجود میں آئی ہے تو اسے کچھ نہ کچھ حکمت ضرور سمجھ میں آسکتی ہے جس کی وجہ سے اسلامی شریعت نے تصویر کشی کو حرام قرار دیا لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر سے جاندار چیزوں کی تصویریں نکال دے تاکہ یہ تصویریں اس کے گھر میں فرشتوں کے دخول میں رکاوٹ نہ بنیں جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا تَصَاوِيرُ))(1)

"جس گھر میں کتا اور تصاویر ہوں وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔"

بعض گھروں میں تو مجسمے اور مورتیاں بھی موجود ہیں اور لوگ انہیں بطور تحفہ پیش کرتے ہیں یا بطور ڈیکوریشن گھروں میں سجا کر رکھتے ہیں اور ان میں بعض مورتیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی کافر پوجا کرتے ہیں باقی تصویروں کی بہ نسبت ایسی مورتیوں اور مجسموں کی ممانعت زیادہ شدید ہے۔

اسی طرح لپیٹ کر یا چھپا کر رکھی ہوئی تصویروں کی بہ نسبت آویزاں کی گئی یا لٹکائی گئی تصویروں کا گناہ زیادہ سخت ہے کیونکہ فریموں میں محفوظ کر کے آویزاں کی گئی تصویروں کے سبب ہی ان کی پوجا پاٹ کی گئی، کتنے غم تازہ ہوئے، اور ان تصویروں کو دیکھ کر ہی کتنے لوگوں نے اپنے باپ دادا اور من پسند شخصیتوں پر جاہلانہ فخر کیا۔

بعض لوگوں کا یہ کہنا کسی طرح درست نہیں کہ ہم تو تصویریں یاد تازہ کرنے کے لئے رکھتے ہیں حالانکہ اپنے کسی مسلمان عزیز یا قریبی کی اصل یاد تو دل میں ہوتی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی جائے۔

---

(1) صحیح بخاری دیکھئے فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۸۰

لہٰذا ہر تصویر کو گھر سے نکال دینا چاہیے یا مٹا دینا چاہیے ہاں البتہ جن کو مٹانے میں حد سے زیادہ مشقت ہو ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے مثلاً ڈکشنریوں‘ کتابوں‘ اور ڈبوں وغیرہ پر بنی ہوئی تصویروں کی مصیبت بہت عام ہو چکی ہے بہرحال جہاں تک ممکن ہو سکے ایسی تصویروں کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے اور بالخصوص فحش تصویروں سے تو ہر صورت بچنا چاہیے البتہ ضرورت کے تحت تصویر کو محفوظ رکھا جا سکتا ہے مثلاً شناختی کارڈ‘ پاسپورٹ وغیرہ کے لئے- اسی طرح بعض علماء نے ایسی تصویریں رکھنے کی بھی اجازت دی ہے جنہیں حقارت کے ساتھ پاؤں تلے روندا جاتا ہو-[1]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ (سورت التغابن / آیت ۱۶)

”تم سے جہاں تک ہو سکے اپنی طاقت کے مطابق اللہ سے ڈرتے رہو-“

جھوٹا خواب بیان کرنا:

بعض لوگ عوام میں سستی شہرت اور برتری حاصل کرنے‘ مال سمیٹنے‘ یا اپنے دشمنوں کو ڈرانے دھمکانے کے لئے جھوٹے خواب بیان کرتے ہیں اور بہت سے جاہل عوام بھی خوابوں کی سچائی پر شدید اعتقاد رکھتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں جھوٹے خواب سنا کر خوب دھوکا دیا جاتا ہے حالانکہ جھوٹے خواب سنانے والوں کے متعلق بہت سخت وعید آئی ہے-

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْفِرَى اَنْ يَّدَّعِيَ الرَّجُلُ اِلَى غَيْرِ اَبِيْهِ‘ اَوْ يُرِيَ عَيْنَهُ مَالَمْ تَرَ‘ وَيَقُوْلُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَمْ يَقُلْ))[2]

---

(۱) جیسے مثلاً بستر‘ تکیہ‘ فرش‘ قالین وغیرہ پر بنی ہوئی تصویریں- اور اس سے مقصود تصویروں کی تعظیم ختم کرنا ہے کیونکہ دنیا میں سب سے پہلا شرک انہی تصویروں‘ مجسموں اور مورتیوں کی تعظیم سے پھیلا- ملاحظہ فرمائیں سورت نوح / آیت ۲۳ کی تفسیر- (مترجم)

(۲) صحیح بخاری‘ دیکھئے فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۴۰

"سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ کوئی اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف منسوب کرے [۱] یا ایسا خواب دیکھنے کا دعویٰ کرے جو اس نے نہ دیکھا ہو' [۲] اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو نبی کریم ﷺ نے فرمائی نہ ہو۔"

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ اَنْ يَّعْقِدَ بَيْنَ شَعِيْرَتَيْنِ وَلَنْ يَّفْعَلَ ....)) [۳]

"جس نے کوئی جھوٹا خواب بیان کیا جو اس نے دیکھا نہ ہو اسے قیامت کے دن یہ مشکل کام سونپا جائے گا کہ وہ جَوْ کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگائے اور وہ ہرگز ایسا نہ کر سکے گا۔ [۴]"

قبرستان کی بے حرمتی:

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَاَنْ يَّجْلِسَ اَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ فَتَخْلُصَ اِلَى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يَّجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ)) (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۶۶۷)

---

(۱) مثلاً یوں کہے کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں حالانکہ وہ اس کا بیٹا نہ ہو۔ (مترجم)

(۲) مثلاً جھوٹ سے کہے کہ میں نے خواب میں یوں دیکھا اور یوں دیکھا حالانکہ دیکھا کچھ بھی نہیں تھا چونکہ اچھی خواب فرشتہ اللہ کے حکم سے دکھلاتا ہے اور خواب وحی الٰہی کا ایک حصہ ہے اس لئے خواب بیان کرنے میں جھوٹ بولنے والا گویا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنا جھوٹ کی سب سے بدترین قسم ہے اسی لئے نبی کریم ﷺ نے جھوٹا خواب گھڑنے والوں کو سخت ترین وعید سنائی ہے۔ (مترجم)

(۳) صحیح بخاری' دیکھئے فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۴۲۷

(۴) یعنی جب تک وہ جو کے دو دانوں میں گرہ نہیں لگائے گا اس وقت تک اس سے عذاب نہیں ٹلے گا اور چونکہ جو کے دو دانوں میں گرہ لگانا انسانی طاقت سے باہر ہے اس لئے مقصود اس سے عذاب کا شدید اور طویل المدت ہونا ہے۔ (مترجم)

"تم میں سے کسی کا آگ کے انگارے پر بیٹھنا جو کپڑوں کو جلا کر جلد تک پہنچ جائے یہ قبر پر بیٹھنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔"

آپ مشاہدہ کریں گے کہ بعض لوگ جب اپنے مردوں کو دفنانے جاتے ہیں تو آس پاس کی قبروں کو پاؤں تلے اور بسا اوقات جوتوں سمیت روندتے ہوئے مردوں کے احترام کی کوئی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ اس حرکت کو عظیم گناہ قرار دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَاَنْ اَمْشِیَ عَلَی جَمْرَةٍ اَوْسَیْفٍ اَوْ اَخْصِفَ نَعْلِیْ بِرِجْلِیْ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَمْشِیَ عَلَی قَبْرِ مُسْلِمٍ.........))[1]

"میں آگ کے انگارے پر یا تلوار کے تیز دھارے پر چلوں' یا جوتے کو اپنے پاؤں کے ساتھ سی لوں یہ مجھے کسی مسلمان کی قبر پر چلنے سے کہیں زیادہ پسند ہے۔"[2]

چنانچہ ہر عقل مند سوچ سکتا ہے کہ اگر قبروں پہ چلنا یا بیٹھنا اس قدر عظیم گناہ ہے تو پھر قبرستان کی زمین پہ ناجائز قبضہ کر کے وہاں تجارتی یا رہائشی اسکیم بنانا کس قدر بڑا جرم ہو گا؟ اور بعض بد نصیب ایسے بھی ہیں جو قبرستان کی دیوار پھلانگ کر قبرستان میں قضائے حاجت کرتے اور مردوں کو اپنی نجاست اور بدبو سے تکلیف پہنچاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((......... وَمَا اُبَالِیْ اَوَسَطَ الْقَبْرِ قَضَیْتُ حَاجَتِیْ اَوْ وَسَطَ السُّوْقِ))[3]

"مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں قبرستان میں قضائے حاجت کر لوں یا بازار کے عین

---

(۱) سنن ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۴۹۹۔ صحیح الجامع الصغیر۔ حدیث ۵۰۳۸

(۲) یعنی آگ کے انگارے یا تلوار کی تیز دھار پہ چلنا' یا جوتی کو پاؤں کے ساتھ سی لینا اگرچہ بہت تکلیف دہ اور مشکل کام ہیں لیکن یہ سارے دشوار گزار کام مجھے برداشت ہو سکتے ہیں مگر کسی مسلمان کی قبر پر چلنا مجھے گوارا نہیں۔ (مترجم)

(۳) سنن ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۴۹۹ ۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث ۵۰۳۸

درمیان میں"[1]

یعنی قبرستان میں قضائے حاجت کرنا اسی طرح برا ہے کہ جس طرح بازار کے عین وسط میں لوگوں کے سامنے ستر کو ننگا کر کے قضائے حاجت کرنا- یہ نبوی وعید کسی حد تک ان لوگوں کو بھی شامل ہو گی کہ جو قبرستان اور خاص طور پر ویران قبرستان میں گندگی اور کوڑا کرکٹ پھینکتے ہیں- قبرستان کی زیارت کے وقت یہ ادب ملحوظ رہنا چاہیے کہ انسان قبروں کے درمیان جوتا اتار کر چلے-

پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنا:

اسلامی شریعت کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس نے ہر اس کام کا حکم دیا جو انسان کی حالت کو بہتر بنائے مثلاً گندگی اور ناپاکی ختم کرنے کا حکم دیا اور اسی لئے قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد مٹی کے ڈھیلے استعمال کرنے اور پانی سے استنجا کرنے کو ضروری قرار دیا گیا اور استنجا کرنے کی وہ کیفیت بھی بتلا دی جس سے صفائی اور پاکی حاصل ہوتی ہے-

بعض لوگ گندگی دور کرنے میں بہت سستی برتتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے بدن اور کپڑے ناپاکی سے لت پت رہتے ہیں- اور پھر ان کی نماز بھی درست نہیں ہوتی- نبی کریم ﷺ نے ہمیں بتلایا ہے کہ پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنا عذاب قبر کا سبب ہے-

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ ایک باغ میں سے گزرے تو آپ نے دو مردوں کی چیخ و پکار سنی جنہیں قبر میں عذاب ہو رہا تھا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انہیں قبر میں عذاب ہو رہا ہے اور انہیں کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا پھر فرمایا: کیوں نہیں! وہ واقعی بڑا گناہ ہے- ان میں سے ایک اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے

---

(1) یعنی میرے نزدیک قبرستان میں قضائے حاجت کرنا ایسے ہی ہے جیسے بازار کے عین وسط میں- ان دونوں میں کوئی فرق نہیں- (مترجم)

نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔[1]

بلکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَكْثَرُ عَذَابِ الْقَبْرِ فِي الْبَوْلِ))[2]

"اکثر طور پر قبر کا عذاب پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے"

پیشاب کے چھینٹوں سے عدم پرہیز کی صورت یہ بھی ہے کہ قضائے حاجت کے دوران پیشاب ختم ہونے سے پہلے ہی جلدی سے اٹھ کھڑا ہونا یا جان بوجھ کر ایسی حالت میں یا ایسی جگہ پر پیشاب کرنا جہاں سے پیشاب کے چھینٹے لوٹ کر جسم اور کپڑوں کو ناپاک کرتے ہوں یا پیشاب سے فارغ ہو کر مٹی کے ڈھیلے استعمال نہ کرنا یا پانی سے استنجا ترک کر دینا یا مکمل طور پر کسی بھی چیز سے استنجا کیے بغیر ہی اٹھ کھڑا ہونا۔

ہمارے موجودہ زمانے میں مسلمانوں کی کافروں کے ساتھ مشابہت اور نقالی اس درجہ تک پہنچ گئی ہے کہ اب بعض لیٹرینوں میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والوں کے لئے دیواروں میں نصب مخصوص پیالہ نما لیٹرینیں بنائی گئی ہیں جو بالکل بے پردہ ہوتی ہیں اور ان کو استعمال کرنے والا شخص ہر آنے جانے والے کے سامنے بغیر کسی شرم و حیاء کے پیشاب کرتا ہے پھر پیشاب سے فارغ ہو کر استنجا کیے بغیر ہی گندگی کی حالت میں کپڑا اوپر اٹھا لیتا ہے اور اس طرح وہ بیک وقت دو حرام کاموں کا ارتکاب کرتا ہے ایک تو اس نے لوگوں کی نگاہوں سے اپنی شرمگاہ کی پردہ پوشی نہیں کی اور دوسرا اس نے پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہیں

---

(۱) صحیح بخاری، دیکھئے فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۳۱۷ اس حدیث کی شرح پہلے گزر چکی ہے دیکھئے صفحہ نمبر حاشیہ نمبر

(۲) مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۳۲۶، صحیح الجامع الصغیر / البانی حدیث ۱۲۱۳ ایک روایت میں "مِنَ الْبَوْلِ" کے الفاظ بھی ہیں۔ (مترجم)

کیا۔[۱]

ٹوہ لگانا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَا تَجَسَّسُوْا ﴾ (سورت الحجرات/ آیت ۱۲)[۲]
"اور تم لوگوں کے بھید مت ٹٹولو۔ جاسوسی مت کرو"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((مَنِ اسْتَمَعَ اِلَی حَدِیْثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ صُبَّ فِي اُذُنَیْهِ الْآنُكُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ))[۳] "جس نے کسی قوم کی ناپسندیدگی کے باوجود کان لگا کر چپکے سے ان کی باتوں کو سنا قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔"

اور اگر وہ قوم کو نقصان پہنچانے کے لئے ان کی لاعلمی میں یہ باتیں آگے دوسروں تک بھی پہنچاتا ہے تو وہ جاسوسی کے ساتھ ساتھ چغل خوری کا بھی ارتکاب کرتا ہے جو بذات خود ایک دوسرا گناہ ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((لَایَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ))[۴] "چغل خور جنت میں داخل نہ ہو گا"

برا پڑوس:

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔

---

(۱) اس کے علاوہ اس نے استنجا بھی نہیں کیا' اور جب اسی حالت میں کپڑا اوپر اٹھالیا تو کپڑے بھی ناپاک ہو گئے' جسم بھی ناپاک ہو گیا' نماز بھی قبول نہ ہوئی' قبر کا عذاب بھی ملا' اللہ تعالیٰ' اس کے پاک فرشتے' اور نیک مومن بندے بھی اس کی اس حرکت پہ ناراض ہوئے۔ اللہ کی پناہ ایسی بے احتیاطی سے کہ جس سے اتنے گناہ مول لینے پڑیں۔ (مترجم)

(۲) جاسوسی کے نقصانات پر جامع معلومات حاصل کرنے کے لئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن ج ۵/۸۷ حاشیہ ۲۵)

(۳) المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۱ صفحہ ۲۴۸ - ۲۴۹ - صحیح الجامع الصغیر / البانی- حدیث ۶۰۰۴

(۴) صحیح بخاری' دیکھیے فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۴۷۲

ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ﴾ (سورت النساء/ آیت ۳۶)

"اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور رشتہ دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی سے (رفیق سفر' شریک کار) اور راہی مسافر سے اور ان سے جو تمہارے ماتحت ہیں (غلام اور خادمات) ان سب سے اچھا سلوک کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا"

پڑوسی کا حق عظیم ہونے کی وجہ سے اسے تکلیف دینا بھی اسی نسبت سے حرام ہے۔

حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ' وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ' وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ' قِيْلَ' وَمَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: الَّذِىْ لَا يَاْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ))(۱)

"اللہ کی قسم وہ شخص ایماندار نہیں ہو سکتا' اللہ کی قسم وہ شخص ایمان دار نہیں ہو سکتا' اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا' پوچھا گیا۔ کون یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جس کے پڑوسی اس کی شر سے محفوظ نہ ہوں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کی شہادت کو کسی کی اچھائی یا برائی جاننے کا پیمانہ قرار دیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ اے

---

(۱) صحیح بخاری' دیکھیے فتح الباری ۱۰/ ۴۴۳

اللہ کے رسول! مجھے اپنی اچھائی یا برائی کا کیسے پتہ چلے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا سَمِعْتَ جِیْرَانَكَ یَقُوْلُوْنَ: قَدْ اَحْسَنْتَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ، وَ اِذَا سَمِعْتَهُمْ یَقُوْلُوْنَ: قَدْ اَسَأْتَ فَقَدْ اَسَأْتَ۔))

"اگر تو اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتا سنے کہ تو نے اچھا کیا تو سمجھ لو کہ تو نے اچھا کیا اور اگر تیرے پڑوسی یہ کہیں کہ تو نے برا کیا تو پھر جان لے کہ تو نے برا کیا۔"[1]

پڑوسی کو تکلیف پہنچانے کی متعدد صورتیں ہیں مثلاً اپنے اور پڑوسی کے درمیان مشترکہ دیوار میں پڑوسی کو لکڑی، گاڈر وغیرہ رکھنے سے منع کرنا۔ یا پڑوسی کی اجازت کے بغیر اپنی عمارت کو اتنا بلند کرنا کہ پڑوسی سورج کی شعاعوں اور فطرتی ہوا سے محروم ہو جائے، یا اپنے گھر کی کھڑکیوں کا رخ پڑوسی کے گھر کی طرف کرنا اور پھر ان کھڑکیوں سے اپنے پڑوسی کے اندرون خانہ چیزوں کو جھانکنا، یا بلاوجہ دروازہ وغیرہ کھٹکھٹانے اور چیخ و پکار جیسی پریشان کن آوازوں سے پڑوسی کو تکلیف دینا، اور خاص طور پر نیند اور راحت کے اوقات میں۔ یا پڑوسی کی اولاد کو مارنا پیٹنا، یا پڑوسی کے دروازے پر کوڑا کرکٹ پھینکنا وغیرہ۔

اور اگر یہ کام اپنے بالکل ساتھ والے پڑوسی کے ساتھ کرے تو گناہ اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَاَنْ یَّزْنِیَ الرَّجُلُ بِعَشْرِ نِسْوَةٍ اَیْسَرُ عَلَیْهِ مِنْ اَنْ یَّزْنِیَ بِامْرَأَةِ جَارِهٖ .... لَاَنْ یَّسْرِقَ الرَّجُلُ مِنْ عَشْرَةِ اَبْیَاتٍ اَیْسَرُ عَلَیْهِ مِنْ اَنْ یَّسْرِقَ مِنْ بَیْتِ جَارِهٖ)) [2]

"کسی آدمی کا دس عورتوں کے ساتھ زنا کر لینا پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کرنے سے زیادہ ہلکا ہے ....اور کسی آدمی کا دس گھروں سے چوری کر لینا پڑوسی کے گھر سے چوری کرنے کی بہ نسبت زیادہ آسان ہے۔"

بعض بے ضمیر قسم کے لوگ ایسے بھی ہیں جب ان کا پڑوسی رات کی ڈیوٹی پر ہو وہ

---

(۱) مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۴۰۲۔ صحیح الجامع الصغیر حدیث ۶۲۳

(۲) الآدب المفرد للامام البخاری۔ حدیث ۱۰۳۔ الاحادیث ا/ البانی۔ حدیث ۶۵

اس کی عدم موجودگی سے موقع اٹھاتے ہوئے اس کے گھر میں گھس کر اس کی عزت سے کھیلتے اور خوب فساد مچاتے ہیں ایسے غداروں کے لئے قیامت کے دن دردناک عذاب' ہلاکت' تباہی اور بربادی ہی ان کا مقدر بنے گی۔

وصیت کے ذریعے کسی کو نقصان پہنچانا:

اسلامی شریعت کا یہ سنہری اصول ہے کہ "لاضرر و لاضرار" نہ تو کوئی کسی کو نقصان پہنچائے اور نہ ہی اسے نقصان پہنچایا جائے۔ اپنے شرعی ورثاء یا ان میں سے بعض کو نقصان پہنچانا حرام ہے اور ایسا کرنے والے کو نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ بددعا سنائی گئی ہے۔

((مَنْ ضَارَّ اَضَرَّ اللّٰهُ بِهِ وَ مَنْ شَاقَّ شَقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ))[1]

"جس نے کسی کا نقصان کیا اللہ اس کا نقصان کرے اور جس نے کسی پر سختی اور مشقت کی اللہ اس پر سختی اور مشقت کرے"[2]

وصیت میں کسی کو نقصان پہنچانے کی متعدد صورتیں ہیں مثلاً کسی وارث کو اس کے شرعی حق سے محروم کرنا' یا کسی وارث کے لئے شریعت کے مقرر کردہ حق کے برخلاف وصیت کرنا' یا ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا وغیرہ۔

اور ایسے ملکوں میں جہاں لوگ شرعی عدالتوں کے ماتحت زندگی نہیں گزارتے کسی حقدار کا اپنا شرعی حق حاصل کر لینا بہت مشکل کام ہے کیونکہ وہاں پر انسانوں کے ایجاد کردہ قوانین کے تحت چلنے والی غیر شرعی عدالتیں شریعت کے خلاف فیصلے کرتی ہیں اور رجسٹرار کے پاس درج کی ہوئی ظالمانہ وصیت کو نافذ کرنے کا آڈر جاری کرتی ہیں۔ ان کے ہاتھوں کی ایسی لکھائی اور ایسی کمائی پر ہلاکت' تباہی اور بربادی ہی ان کا مقدر بنے گی۔

---

(۱) مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۴۵۳۔ صحیح الجامع الصغیر / البانی۔ حدیث ۶۳۴۸

(۲) یعنی اسے کسی ایسے کام میں پھنسا دے جو اس پر نہایت مشقت دہ گزرے۔ (مترجم)

چوسر کھیلنا.(Backg Ammon, Trictrac):

لوگوں میں رائج متعدد کھیل بہت سے حرام کاموں پر مشتمل ہیں انہی میں سے ایک کھیل چوسر بھی ہے اور اسی سے ابتدا کر کے آدمی اور بہت سے حرام کھیلوں کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے چوسر کھیلنے سے منع فرمایا جو کہ جوا بازی کا دروازہ کھولتا ہے ارشاد نبوی ہے:

((مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدُ شِيْرِ فَكَأَنَّمَا صَبَغَ يَدَهُ فِيْ لَحْمِ خِنْزِيْرٍ وَدَمِهِ))(۱)

"جس نے چوسر کھیلا اس نے گویا اپنا ہاتھ سور کے گوشت اور خون سے رنگا۔"(۲)

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدُ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ))(۳)

"جس نے چوسر کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔"

مومن یا کسی ایسے شخص پر لعنت بھیجنا جو لعنت کا مستحق نہ ہو:

بہت سے لوگ غصے کے وقت اپنی زبان پر قابو نہیں رکھ سکتے اور جلد بازی میں انسانوں'

---

(۱) صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۷۷۰

(۲) یعنی جس طرح سور کا گوشت کھانا اور اپنے ہاتھ سور کے گوشت اور خون سے رنگنا حرام ہیں اسی طرح چوسر کھیلنا بھی حرام ہے تاش' شطرنج' چوسر یا ان سے ملتی جلتی کھیلیں اس لئے منع ہیں کہ یہ فرائض سے غافل کر دیتی ہیں اور ان میں جسمانی ورزش کا کوئی ذریعہ نہیں' جبکہ اسلام نے جسمانی ورزش اور جنگ میں معاون کھیلوں کی اجازت دی ہے۔ چوسر کی حرمت کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس کھیل کا موجد ایک آتش پرست مجوسی بادشاہ سابور بن ازد شیر تھا۔ تو یہ کھیل کھیلنا گویا آتش پرستوں کے طریقے کو زندہ کرنے کے مترادف ہے اور اس میں مجوسیون کے ساتھ مشابہت ہے جسے اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر/المناوی جلد ۶ صفحہ ۲۷۰) (مترجم)

(۳) مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۹۴۔ صحیح الجامع الصغیر/ البانی حدیث ۶۵۰۵

جانوروں، جمادات، نباتات، دنوں، گھڑیوں اور بسا اوقات خود اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو بھی لعنت کر بھیجتے ہیں۔ خاوند بیوی کو اور بیوی خاوند کو لعن طعن کرتی ہے حالانکہ اس طرح لعن طعن کرنا خطرناک حد تک برا ہے۔

حضرت ابو زید ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

((........ وَمَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهِ)) (۱)

"کسی مومن پر لعنت بھیجنا اسے قتل کرنے کے برابر ہے۔"

چونکہ لعن طعن کرنا زیادہ تر عورتوں کی طرف سے ہوتا ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کے کثرت کے ساتھ جہنم میں جانے کا سبب بھی ان کا یہی لعن طعن ہے۔ کثرت سے لعنت کرنے والے قیامت کے دن کسی کی سفارش نہیں کر سکیں گے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اگر ظالمانہ انداز میں کسی غیر مستحق پر لعنت بھیجی تو وہ لعنت خود اس کے اپنے اوپر پلٹ آتی ہے اور یوں وہ خود اپنے خلاف ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کی بد دعا کرتا ہے۔

نوحہ کرنا:

بعض عورتیں اپنے کسی عزیز کی میت پر بلند آواز سے چیخ و پکار کرتیں، رو رو کر میت کی خوبیاں بیان کرتیں، اپنے چہروں پر طمانچے مارتیں، گریبان چاک کرتیں، کپڑے پھاڑتیں، بال منڈھاتیں، یا بین کرتے ہوئے بال کھینچتی اور نوچتی ہیں۔ اس طرح کے تمام غلط کام اللہ کے فیصلے پر ناپسندیدگی اور مصیبت پر بے صبری کی علامت ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

حضرت ابو امامۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْخَامِشَةَ وَجْهَهَا وَالشَّاقَّةَ جَيْبَهَا

---

(۱) صحیح بخاری۔ دیکھیے فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۴۶۵

وَالدَّاعِيَةَ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ)) (۱)

"میت پر نوحہ کرتے ہوئے اپنے چہرے کو نوچنے والی گریبان کو چاک کرنے والی' اور اپنے خلاف مصیبت' ہلاکت اور بربادی کی بد دعا کرنے والی عورت پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ' وَشَقَّ الْجُيُوْبَ' وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ)) (۲)

"جس نے میت پر نوحہ کرتے ہوئے اپنے رخساروں کو پیٹا' گریبان چاک کیا' اور جاہلیت والے بول پکارے وہ ہم میں سے نہیں۔"

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَلنَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ)) (۳)

"نوحہ کرنے والی عورت نے اگر موت سے پہلے توبہ نہ کی تو اسے قیامت کے دن اس حال میں کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر تارکول کی قمیص اور خارش والا کرتا ہو گا۔" (۴)

---

(۱) سنن ابن ماجۃ جلد ۱ صفحہ ۵۰۵۔ صحیح الجامع الصغیر/البانی حدیث ۵۰۶۸

(۲) صحیح بخاری' دیکھیے فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۶۳

(۳) صحیح مسلم حدیث ۹۳۴۔

(۴) یعنی اس کے جسم پر خارش مسلط کر دی جائے گی جو اس کے پورے جسم کو اس طرح لپیٹ میں لے لے گی کہ جس طرح قمیص پورے بدن کو ڈھانپ لیتی ہے اور تارکول سے مراد وہ تیل یا روغنی سیال مادہ ہے جو صنوبر کے درخت سے حاصل کیا جاتا ہے اور خارش والے اونٹ کو ملا جاتا ہے' اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی وجہ سے جسم میں آگ بہت جلد بھڑک اٹھتی ہے' رنگ وحشتناک سیاہ ہو جاتا ہے اور سخت بدبو آتی نیز سخت جلن محسوس ہوتی ہے۔ نوحہ کرنے والی عورت کو تارکول کی یہ قمیص پہنائی جائے گی جس کی وجہ سے جہنم کی آگ بہت جلد اس کے جسم میں بھڑک اٹھے گی' اعاذنا اللہ منہا۔ (مترجم)

چہرے پر مارنا اور چہرے پر نشان بنانا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ وَعَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ)) (صحیح مسلم ۳/ ۱۶۷۳)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے پر مارنے اور چہرے پر نشان بنانے سے منع فرمایا۔"

بہت سے والدین اور سکولوں کے ٹیچر بچوں کو سزا دینے کے لئے ان کے چہروں پر مارتے ہیں اسی طرح بعض لوگ اپنے نوکروں کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتے ہیں جب کہ اس میں ایک تو چہرے کی رسوائی ہے کہ جس چہرے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو عزت بخشی۔ اور دوسرا چہرے پر مارنے سے چہرے کے بعض اہم ترین حواس (آنکھ، کان، منہ ناک) ضائع ہونے کا خدشہ ہے جس کی وجہ سے مارنے والے کو بعد میں شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ اس سے قصاص بھی طلب کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح ایک خاص نشان کے ساتھ جانور کے چہرے کو اس غرض سے داغ دینا کہ مالک اپنے جانور کو پہچان سکے یا اگر چوپایہ گم ہو جائے تو وہ نشان دیکھ کر مالک کو واپس لوٹایا جاسکے یہ بھی حرام ہے کیونکہ اس میں چہرے کو بگاڑنا، صورت کو مسخ کرنا اور بے زبان جانور کو سزا دینا بالکل واضح ہے جو کسی طرح درست نہیں۔

اور اگر بعض لوگ یہ کہیں کہ یہ داغ دینا تو ہمارے قبیلے کی علامت اور خاندانی پہچان ہے تو ہم جواباً عرض کریں گے کہ داغ چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ بھی دیا جاسکتا ہے لازمی تو نہیں کہ داغ چہرے پر ہی دیا جائے جو کہ شرعی طور پر حرام ہے۔

تین دن سے زیادہ تعلقات قطع کرنا:

شیطان کا ایک زبردست منصوبہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات خراب کرنا ہے اور شیطان کے نقش قدم پر چلنے والے بہت سے لوگ بغیر کسی شرعی سبب کے اپنے مسلمان بھائیوں سے

تعلقات توڑ لیتے ہیں ان کے اختلاف کی بنیاد یا تو مادی مال و دولت یا کوئی نا معقول بیہودہ رویہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ ایک لمبے عرصے تک اپنے تعلقات بگاڑ لیتے ہیں اور بعض تو قسم کھا لیتے ہیں کہ میں فلاں سے بات نہیں کروں گا یا نذر مان لیتے ہیں کہ میں فلاں کے گھر نہیں جاؤں گا اور اگر اتفاقاً راستے میں اس پر نظر پڑ جائے تو منہ دوسری طرف پھیر لیتے ہیں یا اگر کسی محفل میں اس سے ملاقات ہو جائے تو اس کو چھوڑ کر باقی سب سے مصافحہ کرتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مسلمانوں میں یہ قطع تعلقی اسلامی معاشرے کو کمزور کرنے کا سبب بنتی ہے اسی لئے قطع تعلقی کرنے والوں کو اسلام نے دو ٹوک اور سخت سزا سنائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اکرم نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَايَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ))[1]

"کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ تک تعلقات ختم کرے اور جس نے تین دن سے زیادہ تک اپنے کسی مسلمان بھائی کو چھوڑے رکھا اور اسی حالت میں (بغیر توبہ کیے) مرگیا وہ جہنم کی آگ میں داخل ہوا۔"

حضرت ابو خراش اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ هَجَرَ اَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهٖ))[2]

"جس نے اپنے مسلمان بھائی کو ایک سال تک چھوڑے رکھا (اس سے اپنے تعلقات منقطع رکھے) تو یہ اس کا خون بہانے (قتل) کے برابر ہے۔"

مسلمانوں کے درمیان قطع تعلقی کے دیگر نقصانات سے صرف نظر اگر صرف اسی ایک نقصان پر ہی غور کر لیا جائے تو کافی ہے کہ قطع تعلقی کرنے والا شخص مغفرت الٰہی سے محروم ہو

---

(۱) سنن ابی داؤد جلد ۵ صفحہ ۲۱۵۔ صحیح الجامع الصغیر/ البانی حدیث ۷۶۳۵

(۲) الادب المفرد/ امام بخاری حدیث ۴۰۶۔ صحیح الجامع الصغیر/ البانی حدیث ۶۵۵۷

جاتا ہے۔

حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تُعْرَضُ اَعْمَالُ النَّاسِ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ يَوْمَ الْخَمِيسِ ' فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ اِلَّا عَبْدًا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ اَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ اُتْرُكُوْا اَوْ اَرْكُوْ هٰذَيْنِ حَتّٰى يَفِيئَا)) (صحیح مسلم ۱۹۸۸/۴)

"ہر ہفتے میں دو دن سوموار اور جمعرات کو لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش کیے جاتے ہیں اور ہر مومن بندے کو بخش دیا جاتا ہے سوائے اس بندے کے جس کے دل میں اپنے کسی مسلمان بھائی کے متعلق عداوت' دشمنی' بغض' کینہ ہو۔ اللہ تعالیٰ (اپنے فرشتوں سے) فرماتے ہیں ان دو لڑے ہوئے مسلمانوں کو چھوڑ دو یا انہیں لیٹ کر دو جب تک یہ ناراضگی ختم نہیں کر لیتے (یعنی جب تک دونوں صلح نہیں کر لیتے ان کی مغفرت معلق رہتی ہے۔)"

دو لڑے ہوئے بھائیوں میں سے جو سچی توبہ کرنا چاہے اسے چاہیے کہ اپنے ناراض مسلمان بھائی سے مل کر اسے سلام کرے اگر وہ ناراض بھائی سلام کا جواب نہ دے اور صلح پر راضی نہ ہو تو اس کا انجام بد وہ خود بھگتے گا لیکن یہ سلام کرنے والا بہرحال گناہ سے بری الذمہ ہو گیا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَ يُعْرِضُ هٰذَا ' وَ خَيْرُهُمَا الَّذِيْ يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ))[۱]

"کسی آدمی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ تک قطع تعلقی کرے (اور ناراضگی اس حد تک بڑھالے کہ جب) دونوں ملیں تو یہ

(۱) صحیح بخاری' دیکھیے فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۴۹۲

ادھر کو منہ پھیر لے اور وہ ادھر کو۔ اور ان دونوں میں سے بہترین وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔"

ہاں البتہ اگر شرعی اسباب کی بناء پر کسی سے تعلقات ختم کیے جائیں تب کوئی گناہ نہیں مثلاً کوئی نماز نہیں پڑھتا یا بے حیائی پر اڑا ہوا ہے اگر اس سے تعلقات ختم کرنے میں کوئی مصلحت نظر آئے مثلاً یہ امید ہو کہ ہماری قطع تعلقی کا اس پر گہرا اثر پڑے گا اور وہ گناہ سے باز آجائے گا یا ہماری قطع تعلقی سے اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گا تو ایسی صورت میں اس سے تعلقات ختم کرنا واجب ہے تاکہ وہ گناہوں سے باز آجائے [۱] اور اگر ہماری قطع تعلقی کا اس پر الٹا اثر یوں پڑے کہ وہ گناہ' نافرمانی' سرکشی' انحراف' غرور میں مزید بڑھتا جائے تب اس سے قطع تعلقی درست نہیں کیونکہ اس صورت میں کوئی شرعی مصلحت نظر نہیں آتی بلکہ فساد میں اضافہ ہوتا ہے للذا بہتر یہ ہو گا کہ ایسے منحرف شخص کے ساتھ حسن سلوک' نصیحت' خیر خواہی کو جاری رکھا جائے تاکہ وہ گناہ میں مزید آگے نہ بڑھے۔ [۲]

لوگوں میں منتشر یہ چند ایک حرام کام تھے جنہیں ان اوراق میں جمع کرنے کی توفیق نصیب ہوئی ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے اچھے ناموں کا وسیلہ دے کر سوال کرتے ہیں کہ ہمارے نصیب میں اپنا خوف اور خشیت لکھ دے جو ہمارے اور نافرمانیوں کے درمیان رکاوٹ بن جائے اور ہماری قسمت میں اطاعت لکھ دے جس کے ذریعے وہ ہمیں اپنی جنت تک پہنچا دے اور ہمارے گناہ بخش دے' ہماری زیادتیوں سے درگزر فرمائے' ہمیں حلال عطا کر کے حرام سے بے نیاز فرمائے' اور اپنے فضل و کرم سے ہمیں اپنے سوا باقی سب سے مستغنی کر دے' ہماری توبہ قبول فرمائے' ہمارے گناہ دھو ڈالے' یقیناً وہ اللہ سننے والا قبول کرنے والا ہے'

---

(۱) جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے شرعی مصلحت کے پیش نظر کعب بن مالک اور اس کے دو ساتھیوں سے تعلقات ختم کیے تھے۔ (ابن باز)

(۲) جس طرح کہ رسول اکرم ﷺ نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول اور دیگر منافقین سے تعلقات بحال رکھے کیونکہ ان سے تعلقات بحال رکھنے میں ہی مصلحت تھی۔ (ابن باز)

وَ صَلَّی اللّٰهُ وَ سَلَّمَ عَلَی النَّبِی الاُمِّیِّ محمد و آله و صحبه اجمعین و الحمد للّٰه رب العالمین۔

محمد صالح المنجد

الخبر: سعودی عرب۔ ص ب ۲۹۹۹

ترجمہ و تفہیم: عبدالرشید بن عبدالرحمٰن

فاضل مدینہ یونیورسٹی مدرس اسلامک سینٹر

شقراء۔ سعودی عرب

ص۔ب ۱۵۲۔ الرمز البریدی ۱۱۹۶۱

تاریخ: ۷ ذوالحج ۱۴۱۷ھ الموافق ۱۴ اپریل ۱۹۹۷ء

آخری بات

محترم مسلمان بھائیو اور بہنو!

اس کتاب کا مطالعہ آپ نے کر لیا جس میں ایسی چیزیں بیان کی گئی ہیں جنہیں شریعت اسلامیہ نے حرام قرار دیا ہے اور قرآن و سنت کی واضح نصوص (عبارات) آجانے کے بعد ان چیزوں کی حرمت میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ جاتا لہٰذا ہم آپ کو ان محرمات سے بچنے کی نصیحت کرتے ہیں تاکہ آپ کا شمار ان خوش نصیب لوگوں میں ہو جن کے متعلق ارشاد الٰہی ہے۔

﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ (سورۃ النور/ آیت ۵۱)

”مومنوں کی بات تو یہ ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں ہم نے سن لیا اور مان لیا اور یہی اہل ایمان حقیقتاً کامیاب ہونے والے ہیں۔“

واضح رہے کہ جو کچھ آپ نے پڑھا وہ یا تو آپ کے حق میں دلیل ہے (عمل کرنے کی صورت میں) یا پھر آپ کے خلاف حجت ہے (عمل نہ کرنے کی صورت میں) اس لئے عمل کے میدان میں اتریے اور کشادہ دلی سے ان باتوں کو قبول کیجیے اور اپنا نام ان مومنین مخلصین صادقین میں لکھوا دیجیے کہ جو شریعت کی ہر بات کے سامنے بغیر چوں چراں کیے اپنا سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔

مصور کھینچ وہ نقشہ جس میں یہ صفائی ہو
ادھر فرمان محمد ہو ادھر گردن جھکائی ہو

اور آپ اس کتاب کو لوگوں میں زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی کوشش کریں کیونکہ آپ کی

وجہ سے اگر ایک آدمی بھی راہ راست پر آجائے تو یہ آپ کے لئے سرخ اونٹوں سے بھی کہیں زیادہ بہتر ہو گا اور جن لوگوں نے اس کتاب کی تالیف' ترجمہ اور نشر و اشاعت میں حصہ لیا ہے ان کے لئے دعاء خیر کرنا نہ بھولیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔

والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

عبدالرشید بن عبدالرحمان

اسلامک سینٹر

شقراء۔ سعودی عرب

۱۴۱۷ ہجری الموافق ۱۹۹۷ میلادی۔

(اے محمد ﷺ!) آپ فرما دیجیے: اے لوگو! آؤ میں تمھیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمھارے رب نے تم پر حرام فرمایا اور وہ یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرو اور اپنی اولاد کو فقر کے سبب قتل مت کرو، ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے اعلانیہ یا پوشیدہ جتنے بھی طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ اور جس کا خون بہانا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق کے ساتھ۔ یہ چیزیں ہیں جن کا اُس نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔

(الانعام: ۱۵۱)